بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بے پناہ مُحبت مُجھے اسلام تک پہنچا دیا

My Great Love for Jesus Led Me to Islam

تالیف: ابومریم (سائمن الفریڈو)

ترجمہ: ابوعبداللہ

اِس کتاب میں قرآنی آیات کے تراجم کے لیئے' حافظ نذر احمد' صاحب کے ترجمہ قرآن سے استفادہ کیا گیا ہے۔ عہدنامہ جدید کے تراجم 'کتابِ مُقدّس، پاکستان بائبل سوسائٹی، انارکلی، لاہور، پاکستان اشاعت ۲۰۱۰ء' سے لیئے گئے ہیں جبکہ عہدنامہ قدیم کے تراجم کے لیئے بائبل کے مذکورہ بالا نسخے کے علاوہ 'HOLY BIBLE: EASY TO READ VERSION ترجمہ بمطابق ورلڈ بائبل ٹرانسلیشن سینٹر، اشاعت ۲۰۰۶ء' سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ (البتہ جہاں انگریزی بائبل کے کسی مخصوص نُسخے کے کسی فقرے کا ترجمہ اِن سے مُختلف تھا تو جو فقرہ مقصود تھا اُس کا ترجمہ پیش کیا گیا ہے۔)

فہرست مضامین

نمبر	مضامین کتاب	صفحہ نمبر

عرضِ مترجم

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی، أَمَّا بَعْدُ:

اللہ تعالیٰ نے جن وانس کی رُشد وہدایت کے لیئے اِس دُنیا میں کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء مبعوث فرمائے جنھوں نے اِس بات کی طرف دعوت دی کہ ''کوئی عبادت کے لائق نہیں سوائے اللہ کے''۔ اِرشادِ ربّانی ہے: ''اورتم سے پہلے ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ہم نے وحی بھیجی اس کی طرف کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، پس تم میری عبادت کرو۔'' (سورۃ الانبیاء: ۲۵) جن لوگوں نے وقت کے نبی کے پیغام کو دل وجان سے تسلیم کیا وہ کامیاب وکامران ہوئے اور جنہوں نے وقت کے نبی کے پیغام کو ٹھکرا دیا وہ ناکام ونامراد ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم حضرت محمد ﷺ کو آخری نبی مُنتخب فرمایا۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی ورسول آنے والا نہیں ہے۔ نبی ﷺ کی بعثت کے بعد جو شخص بھی اپنا پرانا دین ترک کر کے اسلام قبول نہ کرے تو:

''تو اس سے (یہ دین) ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں سے ہوگا۔'' (آلِ عمران: ۸۵)

اِس کتاب میں مؤلف نے اپنے اسلام قبول کرنے کا واقعہ بیان کرنے کے ساتھ ساتھ بے نظیر عقلی ونقلی دلائل سے مسیحی عقائد تثلیث، الوہیتِ مسیح، ابنیتِ مسیح، حقیقی گُناہ اور کفّارہ کا پرزور رد کیا ہے اور اسلام کی حقّانیت کو واضح کیا ہے۔ قرآنِ مجید اور بائبل کے حوالہ جات سے بائبل کے تحریف شدہ ہونے اور اِس میں جگہ جگہ اختلافات کے وجود کا ذکر کیا ہے نیز قرآنِ مجید کی حقّانیت اور قرآن کے تمام نسخوں کے لفظ بہ لفظ یکساں ہونے کو بھی بیان کیا ہے۔ مؤلف نے چند غیر مسلم دانشوروں کے نبی ﷺ سے متعلق اقوال، بائبل میں درج نبی کریم حضرت محمد ﷺ کی آمد کی چند بشارتیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مُتعلق نبی کریم ﷺ کی احادیث بھی درج کی ہیں۔

مسیحی دوستوں سے درخواست ہے کہ تعصّب سے بالاتر ہو کر اِس کتاب کا مطالعہ کیجیئے اور حق وسچ کو تلاش کیجیئے تاکہ آپ کی آخرت سنور جائے۔ ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے حق دین کو ٹھکرا کر آپ آخرت میں عظیم خسارہ اُٹھائیں۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ آپ کا سینہ اسلام کے لیئے کھول دے اور آپ کا دل اسلام کی طرف موڑ دے، تاکہ آپ حق قبول کریں۔ (آمین)

طالبِ دعا

ابوعبداللہ abdullahabu13@yahoo.com

تعارف

بحیثیتِ ایک کیتھولک عیسائی مجھے یہ بات سکھائی گئی تھی کہ کیتھولزم ہی سچا مذہب ہے اور یہ کہ یہودیت صرف عیسائیت کی تیاری ہے۔ یعنی دوسرے تمام مذاہب غلط ہیں۔ درحقیقت میں نے اسلام کے متعلق پہلی مرتبہ صرف ۱۹۷۸ء میں سُنا۔ میں نے سُنا تھا کہ مسلمان عیسائیت اور یہودیت پر بحیثیتِ آسمانی مذاہب یقین رکھتے ہیں۔ قرآن نشاندہی کرتا ہے کہ اللہ (عربی زبان میں خُدا تعالیٰ کا مخصوص نام) نے ہر علاقے میں انبیاء مبعوث فرمائے تا کہ وہ لوگوں کو حق و سچ کے راستے کی ترغیب دیں۔ میرے تحت الشعور کی گہرائیوں تک عیسائیت کا پیغام بسانے کے لیئے کیتھولت کلیسا نے ایک پروگرام مرتب کیا جسے اگر بچپن سے لاگو کیا جائے تو اُس کے دوررس اثرات کے مواقع زیادہ ہیں۔ اس پروگرام نے لوگوں کی بقیہ زندگی کے عقائد اور رویہ کو متاثر کیا۔ اس منصوبے میں مرکزی شخصیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور اس میں رسُومات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے واقعات کے گرد، من گھڑت قصّہ وفات، جی اُٹھنا، دسمبر میں اُن کی پیدائش سے لے کر ایسٹر (Easter) کے موقع پر اُن کی من گھڑت وفات تک کے واقعات سے معلّق ہیں۔ یہ رسومات الہام کا حصہ نہیں بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اُٹھائے جانے کے کئی سال بعد انسانوں کی گھڑی ہوئی ہیں۔

بچپن میں وینز ویلا میں ۲۴ دسمبر کی رات کو میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کا انتظار کیا کرتا تھا تا کہ وہ میرے لیئے تحائف لائیں جن کی میں نے سالانہ خواہشی خط کے طور پر التجا کی ہوتی تھی۔ ایک غریب خاندان سے تعلق اور کئی بھائی بہن ہونے کی بناء پر میں سمجھتا تھا کہ یہ ''بچوں کے عیسیٰ'' کے لیئے بہت مشکل تھا کہ جن چیزوں کا میں نے کہا ہے وہ لائیں۔ مگر اکثر میں پریشان ہو جاتا اور الجھن میں پڑ جاتا کیونکہ میں سوچتا تھا کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام نے اتنے زیادہ معجزات ظاہر کیئے جو میں نے راہبوں اور پادریوں سے سنے، تو وہ (عیسیٰ علیہ السلام) اس قابل کیوں نہیں کہ مجھے ایک تین پہیوں والی سائیکل لا دیں؟ کیا یہ التجاء حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیئے زیادہ آسان نہ تھی اس سے کہ مردوں کو دوبارہ زندہ کریں؟ اس لیئے کئی سالوں سے ''بچوں کے عیسیٰ'' کا تصور میرے ذہن میں مایوس کُن ہی رہا۔

جب ایسٹر (عیسوی تہوار) نزدیک آ رہا تھا، میں ٹیلی ویژن پر نشر کی جانے والی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کہانیاں دیکھا کرتا تھا کہ کیسے انہیں جسمانی اذیتیں دی گئیں یہاں تک کہ انہیں صلیب پر لٹکا کر سُولی دی گئی۔ میں حقیقت میں ٹی وی کے اندر چڑھ جانا چاہتا تھا تا کہ کسی طرح اُن کی مدد کر سکوں۔ میں خدا سے اُن کی مدد کرنے کی دعا کرتا تھا اور دُعا کرتا تھا کہ وہ اپنے 'بیٹے' کو سولی نہ ہونے دے۔ آخر میں میں چھپ جاتا تھا اور (چھپ کر) رویا کرتا تھا کیونکہ مجھے سکھایا گیا تھا کہ 'مرد روتا نہیں'۔ مجھے سمجھ نہیں آتی تھی کہ کیوں اتنے اچھے آدمی سے اذیت و بربریت کا سلوک کیا جا رہا ہے؟ بچہ ہونے کی وجہ سے اس واقعہ سے میرے تحت الشعور میں خدا تعالیٰ کے اس عظیم نبی سے شدید محبت جڑ پکڑ گئی۔ دوسرے بچوں کے لیئے شاید-- اپنے خواہشی خطوط کے جواب میں-- جو کھلونے وہ کرسمس کے موقع پر لیتے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مُحبت کا سبب بنتے۔

اگر کلیسا کا مقصد کسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیئے احترام و تعظیم کا احساس پیدا کرنا تھا تو میرے مُطابق وہ کامیاب تھے۔ میں نے اپنے ماں باپ سے بھی بڑھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پیار کرنا سیکھا تھا۔ جبکہ، جب تک میں بچہ تھا، میں نے خدا تعالیٰ کی طاقت سے سوال کرنا شروع کر دیئے۔ جو تصور میں خدا تعالیٰ کے بارے میں رکھتا تھا وہ یہ تھا کہ خدا تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کر سکتا ہے (اور واقعی ایسا ہی ہے)۔ اُس نے کائنات، زمین، سورج، چاند، ستارے اور انسانوں کو بنایا۔ میں حیران ہوتا تھا کہ کیوں اُس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر سُولی دیئے جانے سے نہیں بچایا؟

اس معما کو حل کرنے کے لیئے ایک موقع پر میں اپنے گھر کے پچھلے صحن کی چھوٹی دیوار پر چڑھ گیا اور خدا تعالیٰ کو یہ کہتے ہوئے چیلنج کیا: ''اگر آپ واقعی بہت طاقتور ہیں، اور وہ سب کچھ کر سکتے ہیں جو آپ چاہتے ہیں تو جب میں اس دیوار سے چھلانگ لگاؤں تو (بجائے گرنے کے) اُڑنے لگوں۔ ورنہ میں یقین نہیں کروں گا کہ آپ اتنے طاقتور ہیں کیونکہ آپ صلیب پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جان بھی نہ بچا سکے۔'' خوش قسمتی سے دیوار زیادہ اونچی نہ تھی اور میں زمین پر گر پڑا۔ ہر مرتبہ اُڑنے کی کوشش کرنے سے میں اس بات کا قائل ہوتا گیا کہ بالآخر خدا تعالیٰ زیادہ طاقتور نہیں ہے۔ یہ واقعی ایک بچگانہ سوچ اور تجزیہ کا نتیجہ تھا۔

بعد کی زندگی میں جب میں نے ہائی سکول میں تعلیم شروع کی، میرے والدین نے ایک بوڑھے فوٹو گرافر کے

ساتھ کام کرنے کی اجازت دے دی۔ اُسے میں اپنے ساتھ کئی جگہ لے کر جایا کرتا۔ معلوم ہوا کہ وہ ایک مشہور نجومی ہے۔ وہ جہاں کہیں جاتا اُس کی بہت سی گاہک عورتیں اُس سے اپنے مستقبل میں وقوع پزیر ہونے والے واقعات پوچھتیں۔ اس مقصد کے لیئے وہ زردتمبا کو پیتا جیسے جیسے وہ پیا جارہا ہوتا اور راکھ گرتی، اسی دوران وہ اپنی گاہک عورتوں کو معلومات بتاتا۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ لوگوں کی زندگی سے متعلق پوشیدہ چیزیں جاننے کے لیئے اُن پر تنویمی عمل (HYPNOTIZE) بھی کرتا اور تب وہ دوسروں کے سوالات کے جوابات دیتا۔

بہت ابتدائی عمر میں ہی یہ تمام تجربات میرے تحت الشعور میں محفوظ ہوتے گئے۔ اسی دورانیہ میں میرے والدین مابعدالنفسیات (PARAPSYCHOLOGY) میں مہارت کے لیئے ایک سینٹر جایا کرتے تھے۔ میں بعض اوقات اُن کے ساتھ جایا کرتا یہ دیکھنے کے لیئے کہ کیا ہورہا ہے۔ اسی سینٹر میں میں نے مراقبہ و دھیان، بطورِ وظائف بولے جانے والے جملے، قابو پانا اور یہ کہ مُردوں کا زندوں سے بات چیت کرنا[1] جیسے تصورات سیکھے۔ میں نے ایک چھوٹی عبادت گاہ جو میرے والد نے بڑی توجہ اور احتیاط سے بنائی تھی، میں دن میں دو مرتبہ عبادت کرنا سیکھا۔ ایک اجتماع میں میں نے شرکت کی، اجلاس کے صدر نے میرے لیئے ایک تعویذ بنایا جو بقول اس کے میری حفاظت کرے گا، اس لیئے میں اُسے ساتھ رکھتا جہاں کہیں بھی میں جاتا۔

اسی دورانیہ میں میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سولی پر چڑھائے جانے کے بارے میں سوچ بچار جاری رکھی۔ اُس وقت میرے والد صاحب کے پاس ایک کتاب تھی جسے وہ اکثر پڑھا کرتے تھے۔ اس کا عنوان تھا: "The Life of Jesus Dictated by Himself" (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی اُن کے اپنے مطابق)۔ میرے والد نے

(ا) درحقیقت مردہ زندوں سے بات نہیں کرتا بلکہ شیاطین مُردے کی آواز نقل کرتے ہوئے زندوں سے بات چیت کرتے ہیں۔ دوسری طرف، قرآنِ پاک کی تلاوت اور نبوی دعائیں تمام روحانی بیماریوں سے چھٹکارے کا مؤثر ذریعہ ہیں۔ یہ حقیقت کہ ہر مسلمان یہ اعمال کرسکتا ہے اس بات کا بین ثبوت ہے کہ قرآن معجزانہ فطرت کا حامل ہے۔ غیر اللہ سے مانگنا یا دوسروں کو شیاطین سے چھٹکارے کے لیئے بائبل استعمال کرنا اُن روحانی بیماریوں سے تعاون کرنے سے زیادہ نہیں ہے یا پھر یہ ایسا ہے جیسے کسی اور رُوحانی بیماری کو دیگر رُوحانی بیماریوں سے چھٹکارہ حاصل کرنے کے لیئے استعمال کرنا۔

ایک مرتبہ مجھے بتایا کہ اس کتاب کے مُطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام سفر کر کے یروشلم سے کہیں دور مقامات پر چلے گئے ہیں، اس بات سے مجھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سُولی پر چڑھائے جانے سے متعلق سوال کا جواب تلاش کرنے میں کچھ اُمید نظر آئی۔

جب میں نے ہائی سکول سے گریجویشن کی تو مجھے امریکہ میں انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کرنے کا وظیفہ دیا گیا جسے میں نے خوشی سے قبول کر لیا۔ ۱۹۷۷ء میں سفر سے پہلے ایک واقعے نے میرے عیسائیت پر ایمان کو بُری طرح متاثر کیا۔ میں نے دو عیسائیوں کو ایک مرگی کے مریض آدمی جسے گلی میں مرگی پڑی تھی کی مدد کرتے ہوئے دیکھا۔ مگر بعد میں انہوں نے اُس کا بٹوہ تلاش کیا اور اُس کی کچھ رقم چرا لی۔(۱) باوجود اس حقیقت کے کہ انفرادی اعمال ایک مذہب کے صحیح ہونے یا نہ ہونے پر دلالت نہیں کر سکتے، اس واقعہ نے مجھے بہت متاثر کیا۔ شاید بہت سے لوگوں کے لیئے یہ واقعہ اہمیت کا حامل نہ ہو مگر میری گوائی ہے کہ میرے والد نے کئی مرتبہ میرے بھائی کو سزا دی جبکہ وہ ۲۵ سینٹ کے برابر رقم گھر لایا اور اس کا باعثِ تشفی جواب نہ دے سکا کہ وہ یہ کہاں سے لایا ہے۔

---

(۱) بائبل کے چند مضامین واضح طور پر چوری اور دیگر اعمال سے منع کرتے ہیں، جیسا کہ دس احکامات میں ہے: ''تب خُدا نے یہ ساری باتیں کہیں: میں خُداوند تمہارا خُدا ہوں۔۔۔ تُمہیں میرے علاوہ کسی دوسرے خُداؤں کی عبادت نہیں کرنی چاہیئے۔۔۔ تُمہیں کوئی بھی مورتی نہیں بنانی چاہیئے۔ کسی بھی اُس چیز کی تصویر یا بُت مت بناؤ جو اُوپر آسمان میں یا نیچے زمین میں ہو یا پانی کے نیچے ہو۔۔۔ بُتوں کی پرستش یا کسی قسم کی خدمت نہ کرو کیوں؟ کیونکہ میں خُداوند تمہارا خُدا ہوں۔۔۔ تُمہارے خُداوند خُدا کے نام کا استعمال تُمہیں غلط طریقہ سے نہیں کرنا چاہیئے۔۔۔ اپنے باپ اور ماں کی عزت کرو۔۔۔ تمہیں کسی آدمی کو قتل نہیں کرنا چاہیئے۔ تُمہیں بدکاری کا گناہ نہیں کرنا چاہیئے۔ تمہیں چوری نہیں کرنی چاہیئے۔ تُمہیں اپنے پڑوسیوں کے خلاف جھوٹی گواہی نہیں دینی چاہیئے۔ دوسرے لوگوں کی چیزوں کو لینے کی خواہش نہیں کرنی چاہیئے۔ تُمہیں اپنے پڑوسی کا گھر، اس کی بیوی، اُس کے خادم اور خادمائیں، اُس کی گائیں، اُس کے گدھوں کو لینے کی خواہش نہیں کرنی چاہیئے۔ تُمہیں کسی کی بھی چیز کو لینے کی خواہش نہیں کرنی چاہیئے۔'' (خُروج ۲۰: ۱-۱۷)

یہ مضامین بائبل کا ایک حصّہ ہیں جو قرآن سے مطابقت رکھتے ہیں۔ بائبل کے دیگر مضامین کی ایسی تعلیمات سے رُوگردانی کی وجہ سے ان تعلیمات کا اثر تقریباً ختم ہو چکا ہے۔ انسانیت پر رحم کرتے ہوئے خُدا تعالیٰ نے قرآنِ مجید کو نازل کر کے اِسے گزشتہ کُتب پر نگہبان مقرر کیا۔

امریکہ میں میری زندگی

۱۹۷۷ء میں میں امریکہ چلا گیا تا کہ یونیورسٹیوں میں سے کسی ایک میں تعلیم جاری رکھ سکوں۔ پہلے مجھے ایک سکول جانا تھا جہاں میں انگریزی سیکھ سکوں۔ وہاں میں دنیا کے مختلف حصّوں سے آئے ہوئے مختلف مذاہب کے پیروکاروں سے ملا۔ سیٹیل (Seattle)، واشنگٹن (Washington) کے انگریزی زبان کے سکول میں میرے کمرے میں سعودی عرب سے تعلق رکھنے والا ایک شخص رہتا تھا جو ماسٹر ڈگری پر کام کر رہا تھا۔ اُس کا نام فواد تھا۔ ایک دن اُس نے مجھ سے پوچھا کہ کمرے میں نماز پڑھنے سے مجھے کوئی دقت تو نہیں۔ میں نے اُسے بتایا کہ اس سے مجھے کوئی پریشانی نہیں۔ مجھے حیرانی ہوئی، چونکہ یہ پہلا موقع تھا کہ میں کسی مُسلمان کو نماز پڑھتے دیکھ رہا تھا۔ اُس نے کمرے میں نسب بیسن میں اپنے ہاتھ دھوئے، کُلّی کی، اور اپنا چہرہ اور دونوں بازو دھوئے۔[1] یہ پہلا موقع تھا کہ میں کسی کو پاؤں دھوتے دیکھ رہا تھا بیسن میں جو کہ ہاتھ دھونے کے لیئے استعمال کیا جاتا ہے۔ پھر میں نے نماز میں اُس کی حرکات کا جائزہ لیا۔ وہ کھڑا ہوا، جھکا (یعنی رکوع کیا)، گھٹنے جھکائے اور سجدہ کیا۔ اس موقع پر میں نے یاد کیا کہ کیسے ہم کلیسا میں اپنی عبادت کرتے تھے۔ ہم گھٹنے جھکاتے تھے مگر جو فواد نے کیا وہ مختلف تھا۔ مختصر عرصے بعد اُس نے ادارے کو خیر آباد کہہ دیا اور کئی ماہ تک میں نے کسی مُسلمان کو عبادت کرتے (نماز پڑھتے) نہیں دیکھا۔

---

(۱) اسلام طہارت و پاکیزگی کو بہت اہمیت دیتا ہے۔ مثال کے طور پر، وضو کرنے کے علاوہ لباس، جسم اور جگہ کا پاک صاف ہونا شرائطِ نماز میں سے ہے۔ (زُبانی) تلاوتِ قرآن اور سونے سے پہلے وضو کرنا بھی مستحب ہے۔ (قُرآنِ پاک کے نسخے کو بغیر وضو کے چھُونا جائز نہیں۔ مترجم) مُباشرت کے بعد غُسل کرنا فرض ہے اور نمازِ جمعہ سے پہلے بھی غسل کا حکم دیا گیا ہے۔ دیگر اعمال مثلاً کُلّی کرنا، دانت صاف کرنا، ناخن کاٹنا، موئے زیرِ ناف مونڈھنا، بغل کے بال صاف کرنا، مونچھیں کُترنا، خوشبو لگانا، آباد مقامات کو صاف سُتھرا رکھنا، راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا، آباد مُقامات اور قابلِ استعمال اشیاء کو پُر آلود کرنے سے اجتناب کرنا، سایہ دار جگہوں کو صاف سُتھرا رکھنا وغیرہ وہ تمام اعمال ہیں جو اللہ تعالیٰ کے قُرب کا سبب بنتے ہیں اور جن کے کرنے سے اللہ تعالیٰ اجر دیتا ہے۔ جہاں تک جسم اور روح کی طہارت و پاکیزگی کا معاملہ ہے، کوئی دوسرا مذہب اسلام کے قریب نہیں۔

انگلش ادارے میں وقفے کے دوران بیرون ممالک سے آئے ہوئے مختلف طلباء ملتے اور مختلف عنوانات پر بحث ہوتی۔ مجھے صاف یاد ہے کہ ایک موقع پر جب ہم مذاہب اور عبادات کی ابتداء پر بات چیت کررہے تھے تو میں نے انہیں کہا: ''تم ایک ہی (مخصوص) طریقے سے عبادت کرتے ہو کیونکہ یہ وہ طریقہ ہے جس پر تمہارے آباؤ اجداد قائم تھے''۔ میں نے انہیں مزید کہا کہ تمہارے باپ دادا سورج، چانداور ستاروں کی پوجا کیا کرتے تھے اور تب سے وہ روایت نسل درنسل آج تم تک پہنچی۔ میں نے خدا پر یقین میں بھی شکوک وشبہات شروع کردیئے تھے۔ البتہ، عیسائیت میں گہری جڑیں ہونے کے باعث میں منکرِ خدا نہ بنا۔

ایک دن میں نے ایک مسجد کا دورہ کیا اور یہ مشاہدہ کیا کہ بہت سے لوگ نماز ادا کررہے ہیں اُسی طریقے سے جیسا کہ میں نے فواد کو ادا کرتے دیکھا تھا۔ نماز کے بعد وہ تمام فرش پر بیٹھے رہے جو بہت ہی ٹھنڈا تھا اور اُس پر بیان سُننا مشکل تھا۔ چونکہ دوسرے لوگ بھی بیٹھے رہے اس لیئے میں بھی مجلس میں شامل ہوگیا اور وہ سب کچھ سُنا جو امام صاحب کہہ رہے تھے۔ امام صاحب کا نام جمیل عبدالرزّاق تھا، اُن کا تعلق عراق سے تھا اور وہ انگریزی میں 'غیبت' کے موضوع پر بیان کررہے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ ان کی آواز بارعب اور پُراثر تھی۔ وہ بولتے تو ساتھ اپنے اردگرد عوام کو بھی دیکھتے۔ ایسا لگتا تھا جیسے کسی شخص نے کسی دوسرے کے بارے میں کوئی ناگوار بات کی ہے، مگر انہوں نے کسی مخصوص شخص کی طرف اشارہ نہیں کیا۔ میرے خیال سے اُن کا مقصد غیبت کرنے والوں میں اس عمل کی برائی کا احساس پیدا کرنا تھا۔

اُن دنوں کسی نے مجھے ایک لفافے میں اسلام اور عیسائیت کے تقابل پر کچھ کتابچے بھیجے۔ اُنہیں پڑھنے میں میرا ایک لمبا عرصہ لگا کیونکہ اُن دنوں میں اوک لے ہوما سٹیٹ یونیورسٹی میں ایک نئے طالبِ علم کے طور پر آغاز کررہا تھا۔ ان تقابلِ ادیان کے کتابچوں سے مجھے معلوم ہوا کہ اسلام اور پیغامِ عیسیٰ علیہ السلام دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کئے گئے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ جس پیغام کی وہ تبلیغ کررہے ہیں وہ اُن کا اپنا نہیں بلکہ خدا کا ہے۔ ''کیونکہ میں نے کچھ اپنی طرف سے نہیں کہا بلکہ باپ جس نے مجھے بھیجا اُسی نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ کیا کہوں اور کیا بولوں۔'' (یُوحنا ۱۲:۴۹)۔ اسی طرح جو وحی نبی حضرت محمد ﷺ نے باقی انسانیت تک پہنچائی، خدا تعالیٰ نے فرشتہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے اُن پر وحی کی:

﴿اور بیشک یہ (قرآن) سارے جہانوں کے رب کا اتارا ہوا ہے۔ اس کو لے کر اُترا ہے جبریلِ امین، تمہارے دل پر، تا کہ تم ڈرسنانے والوں میں سے ہو۔﴾ (قرآن ۲۶: ۱۹۲- ۱۹۴)

لہٰذا، ہر مذہب کی سچائی اور اس کے آسمانی ہونے کے ثبوت کا انحصار اس چیز پر ہے کہ کیسے دُرستی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اصل نازل شدہ وحی کو محفوظ کیا گیا اور اُسے باقی انسانیت تک پہنچایا گیا۔ گمراہی کا درجہ اور غیر یقینی صورتحال کا انحصار اس چیز پر ہے کہ درستی کی کس حد تک انبیاء پر نازل شدہ ہر لفظ لوگوں تک پہنچایا گیا۔ اگر یہ الفاظ درستی کے ساتھ نہ پہنچائے جاتے اور بجائے اس کے یہ تبدیلی کا شکار ہوتے تو اس کے مواقع زیادہ تھے کہ اصل پیغام کی روح ہمیشہ کے لیئے کھو جاتی۔ لہٰذا اسلام اور عیسائیت کے تقابل وموازنہ میں عدل اور بغیر میلان وتعصّب سے کام لیتے ہوئے یہ لازمی ہے کہ تعین کیا جائے کہ کس حد تک اصل انجیل اور قرآن تحریفات واضافات اور عبارات کے یکسر مٹاؤ سے محفوظ رہے۔ یہاں سے آگے اِس کتاب میں عیسائیت اور اسلام کا ایک مُفصّل موازنہ ہے۔ دُنیا کے اُن دو بااثر مذاہب کا جن کے ماننے والے دنیا کی تمام نسلوں اور قوموں میں سب سے زیادہ ہیں۔ یہ دونوں مذاہب باہم مربوط ہیں۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ انشاء اللہ یہ کتاب مُتلاشیانِ حق کے لیئے سچے مذہب کی تلاش میں مددگار ہوگی۔

اناجیل

عہد نامہِ جدید میں انجیلِ متی ، انجیلِ مرقس ، انجیلِ لوقا اور انجیلِ یوحنا مشہور اناجیل ہیں۔ یہ اناجیل (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اُٹھائے جانے کے بعد) ۷۰عیسوی سے ۱۱۵عیسوی کے درمیان لکھی گئیں۔اورفرضی طور پران کی بنیاد وہ دستاویزات ہیں جوکہ کھوگئی تھیں۔پہلی لکھی گئی انجیل انجیلِ مرقس تھی جوحضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اُٹھائے جانے کےتقریباً ۴۰ سال بعدرُوم میں یونانی زبان میں لکھی گئی۔انجیلِ مُتی یونانی زبان میں تقریباً ۹۰ عیسوی میں لکھی گئی۔ انجیلِ لوقا ۸۰ عیسوی کے لگ بھگ لکھی گئی۔ یہ تینوں اناجیل فرضی طور پر ایک ہی گمشدہ دستاویزات سے وجود پزیر ہوئیں۔ جب کہ دوسری طرف انجیلِ یوحنا[۱] میں بنسبت ایک ہی گمشدہ دستاویزات سے وجود پزیر ہونے والی اناجیل (مرقس،مُتی اورلوقا) سے بہت ہی گہرا فرق ہے۔اسی انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت اور پہلے ہی سے موجود ہونا تحریر کیا گیا حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے متعلق خصوصیات کی عبارات میں کبھی ان کی تصدیق نہیں کی۔ یہ انجیل ۱۱۰ سے ۱۱۵عیسوی کے درمیان لکھی گئی۔

یہ اناجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پہلے پیروکارں کے مختلف فرقوں میں بٹ جانے کے بعد لکھی گئیں۔اس بات کی تصدیق کی جاسکتی ہے کہ یہ اناجیل معاشرے کی عملی ضروریات کے خیال کو مدِ نظر رکھتے ہوئے لکھی گئیں۔ اگر چہ انہیں لکھتے ہوئے روایتی ذرائع کو استعمال کیا گیا مگر مصنفین نے اصل مضامین میں اضافات کیئے، تحریفات کیں اورعبارات کو یکسر نکال دینے میں کسر نہیں چھوڑی (اورایسا بدل ڈالا) جیسے مضامین مصنفین کے ذاتی مُفادات (کے اظہار) کے لیئے ہی تھے۔اس حقیقت کی تصدیق عیسائی ماہرین نے کی جب قرآن نے چودہ سوسال پہلے اس

---

(۱) یہ یوحنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں سے نہیں ہے۔انسائیکلوپیڈیا بریٹینیکا ، جسے مشترکہ طور پر پانچ سو(۵۰۰) عیسائی ماہرین نے مُرتّب کیا، کے مطابق:''انجیلِ یوحنا واضح طور پر اوربغیر کسی شک وشبہ کے من گھڑت ہے۔''

کو بیان کیا۔ (۱)

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اُٹھائے جانے کے بعد صرف یہ چار اناجیل نہیں لکھی گئی تھیں (بلکہ) دوسری بھی کئی لکھی گئیں مثلاً انجیلِ یعقوب، انجیلِ پطرس، انجیلِ تھامس، انجیلِ فلپ اور انجیلِ برناباس۔ اگر ہم ''عبرانیوں کے مطابق انجیل'' کو لیں، یہ دستاویز آرامی زبان میں لکھی گئی تھی وہی زبان جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بولتے تھے۔ اس کو ''نصرانیوں'' (ناصرہ کے رہنے والوں) نے استعمال کیا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے انکاری تھے اور اُنہیں اللہ تعالیٰ کے ایک عظیم نبی کی حیثیت سے زیادہ تصور نہیں کرتے تھے۔ چوتھی صدی عیسوی میں انجیلِ مرقس، انجیلِ متی، انجیلِ لوقا اور انجیلِ یوحنا کو بائبل کے بنیادی نصاب میں شامل کیا گیا۔ اور کلیسا نے بقیہ موجودہ دستاویزات کو خودساختہ قرار دیا۔ جبکہ پھر بھی ان اناجیل (مرقس، متی، لوقا، یوحنا) میں اضافی تبدیلیاں جاری رہیں باوجود اس کے کہ یہ پہلے ہی ''الہامی کُتب'' قرار دی جا چکی تھیں۔ اور جوں جوں سال گزرتے گئے یہی اناجیل اپنے اسلاف کے متن سے مختلف متن میں ظہور پزیر ہوتی رہیں۔ یہ بِلا اختلاف ان کُتب میں تحریفات اور ان کے من گھڑت ہونے کا واضح ثبوت ہے۔

مذہبی طور پر ایک عظیم مُقام دی جانے والی ان اناجیلِ اربعہ کی صداقت اور ان کے ساتھ آنے والے پیغامات کے مُستند ہونے کا تجزیہ کرتے وقت دوسرے بہت سے عوامل میں سے چند یہ ہیں:

---

(۱) انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا کے مُطابق ''اہم قصداً تبدیلیاں، جیسا کہ مکمل پیروں (پیراگرافس) کی دخل اندازیاں اور اضافات کا ظہور ہوا۔۔۔'' (جلد دوم، صفحات ۵۱۹ تا ۵۲۱) کیتھولک بائبل کے تعارف میں یہ درج ہے کہ نقالوں نے صدیوں سے اس میں اضافات کئے جو الہامی کُتب کا حصّہ نہ تھے، اسی کا نتیجہ ہے کہ جو متن آج ہم تک پہنچا ہے وہ اضافات و تحریفات سے لبریز ہے، یہ بائبل کے تمام نسخہ جات سے واضح ہے۔ مزید برآں، King James Version جسے بتیس (۳۲) عیسائی ماہرین نے پیش کیا اور جس کی پشت پر پچاس (۵۰) عیسائی ماہرین کی مشاورتی خدمات حاصل کی گئیں، کے دیباچہ (Preface) میں ہم پڑھتے ہیں:

''King James Version میں گہرے نقائص ہیں۔۔۔ اور یہ نقائص بہت زیادہ اور بہت حسّاس ہیں۔۔۔''

۱۔ اصل انجیل جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی اور جس کا ذکر قرآنِ مجید[۱] میں اور حالیہ اناجیل میں بھی ہے وہ آج موجود نہیں۔[۲]

۲۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اقوال کے ابتدائی ریکارڈ، جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اُٹھائے جانے کے بعد مختصر کر لیئے گئے تھے، کھو چکے ہیں۔

۳۔ یہ اناجیل عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اُٹھائے جانے کے بعد ۷۰ عیسوی سے ۱۱۵ عیسوی کے درمیان لکھی گئیں اور ان کی بنیاد گُم شدہ دستاویزات پر ہے۔ نتیجتاً ان کے مضامین سنداً ضعیف ہیں۔

۴۔ ان اناجیل کے مصنفین نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا اور نہ ہی اُنہیں بولتے ہوئے سُنا۔ چنانچہ وہ آنکھوں دیکھے گواہ نہ تھے۔

۵۔ یہ اناجیل یونانی زُبان میں لکھی گئیں جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آرامی بولا کرتے تھے۔

۶۔ موجودہ اناجیل اور دیگر مکتوب نامے چوتھی صدی عیسوی تک منتخب تھے اور نہ ہی قانونی حیثیت رکھتے تھے۔ بلکہ ان کی یہ حیثیت نیقا کی کونسل (Council of Nicea) کی اقلیتی قرارداد کے ذریعے عمل میں لائی گئی۔ اس سے پہلے ان اناجیل کی کوئی مذہبی وقانونی حیثیت نہ تھی اور مختلف فرقوں کے مصنفین نے اپنے ذاتی مفادات اور خواہشات کے پیشِ نظر ان میں ردوبدل کر ڈالا تھا۔ آج تک تحریفِ متن کا عمل جاری ہے۔

۷۔ عہدنامہ جدید کا ایک بڑا حصہ پولس (پال) اور اُس کے شاگردوں کا لکھا ہوا ہے۔ پولس جس نے کبھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا یا سُنا نہیں تھا، شروع میں عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کا ایک نمایاں دشمن تھا۔ اُس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں کو مارا اور انہیں قید کیا (بحوالہ: 'رسولوں کے اعمال' ۸:۳، ۹:۱-۲)۔ بعد میں اُس نے اُنہیں

---

(۱) خُدا تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا: ﴿۔۔۔ اور ہم نے اُسے انجیل دی، اس میں ہدایت اور نُور ہے۔۔۔﴾ (قرآن ۵:۴۶)

(۲) ''میں تُم سے سچ کہتا ہوں کہ تمام دُنیا میں جہاں کہیں اِنجیل کی منادی کی جائے گی یہ بھی جو اِس نے کیا اِس کی یادگاری میں بیان کیا جائے گا۔'' (مرقس ۱۴:۹ اور متی ۲۶:۱۳) اور جو کوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقی تعلیمات جاننا چاہے اُسے قرآنِ پاک پڑھنا چاہیئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف داغی گئی جھوٹی باتوں کو ماننے پر مجبور کیا۔ (رسولوں کے اعمال، ۱۱:۲۶) لیکن جب ساؤل (بعد میں پولس نام دیا گیا) فرضی طور پر عیسائی ہو گیا تو ''اُس نے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کے حواریوں کے ساتھ مل جانے کی کوشش کی، مگر وہ تمام اُس سے خوفزدہ تھے اور اس پہ یقین نہیں کرتے تھے کہ وہ (پولس) پیروکار ہے۔ مگر برناباس نے اُسے لیا اور اُسے عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں لے گیا۔'' (رسولوں کے اعمال، ۹:۲۶-۲۷) یہ واقعہ پولس کے اس دعویٰ کے بعد ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق کی طرف جانے والے راستے پر اُسکے سامنے ظاہر ہوئے اور اُس سے گفتگو کی۔ اُس نے بغیر کوئی ثبوت مہیا کیئے اپنے اس دعویٰ کو سچا ثابت کرنے کے لیئے (اِس واقعہ کی ازخود) گواہی دی۔[1] حیرت انگیز طور پر وہ اچانک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رہنما نمائندہ بن گیا اس دعویٰ کے ساتھ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اُسے دنیا کو تبلیغ کے لیئے مُقرر کیا ہے۔[2] (رسولوں کے اعمال، ۹:۳-۶) پولس نے اُنہیں بھی موردِ الزام ٹھرایا جو ''یقین نہیں رکھتے تھے کہ وہ (پولس) پیروکار ہے'' اس کا کہ وہ ایمان کے بارے میں غلطی پر ہیں۔ (اوّل تیمتھیس، ۶:۲۰-۲۱) اُس نے برناباس کو جو کہ اُس کے ساتھ اچھا تھا اس طرح بیان کیا ''اُن کے ساتھ ریا کاری میں پڑ گیا''۔ (گلتیوں ۲:۱۳)۔ یہاں تک کہ پولس نے اپنے آپ کو ان تعلیمات کی تبلیغ کا بھی حق دے دیا جو ان تعلیمات کے منافی تھیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سکھائی تھیں اور اُس ''قانون'' کے خلاف چل پڑا جس کی تکمیل کے لیئے

(۱) پولس کے اس دعوٰی کا اُس کے اپنے سوا کوئی آنکھوں دیکھا گواہ نہیں۔ خود بائبل اپنی ذات کے لیئے خُود گواہی دینے کو رد کرتی ہے۔ یوحنا ۵:۳۱ کہتا ہے: ''اگر میں خُود اپنی گواہی دوں تو میری گواہی سچّی نہیں۔'' اس کے علاوہ یہ بھی حقیقت ہے کہ اِس کے فقروں میں مزید کئی اختلافات ہیں۔ مثال کے طور پر 'رسولوں کے اعمال' ۹:۷ میں درج ہے: ''جو آدمی اُس کے ہمراہ تھے وہ خاموش کھڑے رہ گئے کیونکہ آواز تو سُنتے تھے مگر کسی کو دیکھتے نہ تھے۔'' جبکہ 'رسولوں کے اعمال' ۲۲:۹ میں ہم پڑھتے ہیں: ''لیکن جو مُجھ سے بولتا تھا اُس کی آواز نہ سُنی۔'' اِس دعوٰی کے ساتھ پولس نے وہ کچھ حاصل کیا جو وہ طاقت کے بل بوتے پر حاصل نہ کر سکتا تھا۔

(۲) 'یُوحنّا کا پہلا عام خط' کے باب ۴ کے فقرہ ۱ کے مطابق: ''اے عزیزو! ہر ایک رُوح کا یقین نہ کرو بلکہ رُوحوں کو آزماؤ کہ وہ خُدا کی طرف سے ہیں یا نہیں کیونکہ بہت سے جھُوٹے نبی دنیا میں نکل کھڑے ہوئے ہیں۔'' پولس نے اپنی تبلیغ میں جھوٹ بولنے کا اعتراف کیا ہے: ''اگر میرے جھوٹ کے سبب سے خُدا کی سچّائی اُس کے جلال کے واسطے زیادہ ظاہر ہوئی تو پھر کیوں گُنہگار کی طرح مُجھ پر حُکم دیا جاتا ہے؟'' (رومیوں ۳:۷)

عیسیٰ علیہ السلام آئے تھے۔[1] (رسولوں کے اعمال ۲۱:۲۰، رومیوں ۷:۶) اس طرح ہم دیکھتے ہیں "اور پولس جب لوگوں میں جانا چاہتا، پیروکار اُسے جانے نہ دیتے۔" (رسولوں کے اعمال ۱۹:۳۰) اُس نے یہ بھی بیان کیا: "آسیہ کے سب لوگ مُجھ سے پھر گئے" (دوم تیمتھیس ۱:۱۵) اور "کسی نے میرا ساتھ نہ دیا بلکہ سب نے مجھے چھوڑ دیا" (دوم تیمتھیس ۴:۱۶)

۸۔ بائبل کے جن قدیم ترین مسودہ جات تک ہماری رسائی ہے وہ Vaticanus، Sinaiticus اور سکندرین ہیں، یہ (تمام) چوتھی سے پانچویں صدی عیسوی میں ظہور پزیر ہوئے۔ اِس سے پہلے انجیل میں کس حد تک تحریف ہوئی اِس کا اندازہ لگانا مشکل ہے، اِس بات کو مدِّنظر رکھتے ہوئے کہ اناجیل یونانی زبان میں ہیں جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آرامی بولا کرتے تھے۔

---

(۱) "یہ نہ سمجھو کہ میں توارات یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ کیونکہ میں تُم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے۔" (متّی ۵:۱۷-۱۸) پولس اپنے اردگرد اتنے زیادہ پیروکار اکھٹے کرنا چاہتا تھا جتنے اکھٹے کرنا ممکن ہوا گرچہ کہ اس مقصد کو پورا کرنے کے لیئے اُس کے ذرائع حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات یا اُن کا تبلیغ کرنے کے طریقہ کار کے برعکس ہوں۔ کرنتھیوں اوّل کے باب ۹ کے فقرے ۱۹ تا ۲۳ میں پولس نے اپنے مقاصد کو پورا کرنے کے لیئے استعمال کیئے گئے دھوکہ دینے، جھوٹ بولنے اور دغا کرنے جیسے اعمال کا اعتراف کیا ہے۔ وہ کہتا ہے: "(۱۹) اگرچہ میں سب لوگوں سے آزاد ہوں پھر بھی میں نے اپنے آپ کو سب کا غُلام بنا دِیا ہے تا کہ اور بھی زیادہ لوگوں کو کھینچ لاؤں۔ (۲۰) میں یہُودیوں کے لیئے یہودی بنا تا کہ یہودیوں کو کھینچ لاؤں۔ جو لوگ شریعت کے ماتحت ہیں اُن کے لیئے میں شریعت کے ماتحت ہُوا تا کہ شریعت کے ماتحتوں کو کھینچ لاؤں۔ اگرچہ خُود شریعت کے ماتحت نہ تھا۔ (۲۱) بے شرع لوگوں کے لیئے بے شرع بنا تا کہ بے شرع لوگوں کو کھینچ لاؤں (اگرچہ خُدا کے نزدیک بے شرع نہ تھا بلکہ مسیح کی شریعت کے طابع تھا۔) (۲۲) کمزوروں کے لیئے کمزور بنا تا کہ کمزوروں کو کھینچ لاؤں۔ میں سب آدمیوں کے لیئے سب کچھ بنا ہوا ہوں تا کہ کِسی طرح سے بعض کو بچاؤں۔ (۲۳) اور میں سب کُچھ انجیل کی خاطر کرتا ہوں تا کہ اوروں کے ساتھ اِس میں شریک ہوؤں۔"

۹۔ چوتھی اور پانچویں صدی کے مسودہ جات میں کئی مقامات پر بے حد تضادات ہیں۔[۱]

۱۰۔ اناجیل، بشمول دیگر مکتوب ناموں کے، اگر اکھٹا دیکھا جائے تو کثیر اغلاط اور اختلافات سے پُر ہیں۔[۲] اناجیل کے مُصنفین کے بارے میں بھی بائبل کے علماء میں شدید غیر یقینی صورتحال پائی جاتی ہے کہ وہ درحقیقت کون تھے؟

یہ حقائق یہاں ثبوت کے طور پر ذکر کیئے گئے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ انجیل ہم تک اپنی اصل حالت میں نہیں پہنچی۔ اسی طرح اس دعویٰ کی توثیق بھی نہیں کی جاسکتی کہ اناجیلِ اربعہ جو آج کی بائبل میں شامل ہیں اور جو مکتوب نامے ان کے ساتھ دیئے گئے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی انجیل کے برابر ہیں۔ اس حقیقت کے ثبوت میں مندرجہ ذیل معلومات پیش کی جاتی ہیں:

عہد نامہ جدید جس پر جدید عیسائیت کے اصول و عقائد کی عمارت کھڑی ہے، بے حد تحریفات کا شکار ہے اور تقریباً ہر نئی اشاعت دوسروں سے مختلف ہوتی ہے۔ کچھ تحریفات جو کہ اب لاگو کی جارہی ہیں اتنی اہم ہیں کہ وہ عیسائیت کی نہایت ہی بنیاد سے ٹکراتی ہیں۔ مثال کے طور پر، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے (آسمان پر) اُٹھائے جانے کے بارے میں صرف دو حوالہ جات مُرقس اور لوقا کی اناجیل میں درج تھے جو اب "Revised Standard Edition, 1952" میں نکال دیئے گئے ہیں۔ یہ عبارات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اُٹھائے جانے پر دلالت کرتی تھیں جیسا کہ "غرض وہ رب سے کلام کرنے کے بعد آسمان پر اُٹھایا گیا اور خُدا کی دہنی طرف بیٹھ گیا"۔ (مرقس ۱۹:۱۶)

"جب وہ انہیں برکت دے رہا تھا تو ایسا ہُوا کہ اُن سے جُدا ہو گیا اور آسمان پر اُٹھایا گیا۔" (لوقا ۲۴:۵۱)

---

(۱) بائبل کے اکثر علماء نے اناجیل کے ہزاروں نسخوں کے وجود کا ذکر کیا ہے مگر ان نسخوں کی حقیقی قدر و قیمت کیا ہے کہ ان ہزاروں میں سے ہم کوئی دو نسخے بھی ایسے تلاش نہیں کر سکتے جو متماثل ہوں؟! ۔عہد نامہ جدید کا بین الاقوامی ترجمہ (International Translation of the New Testament) کے مطابق۔۔۔"ہم تک پہنچنے والے عہد نامہ قدیم کے تمام شائع شدہ نسخے ایک جیسے نہیں تھے۔"

(۲) بائبل میں موجود کثیر اغلاط کی بناء پر رابرٹ کہل زیلّر نے "The Authenticity of the Holy Bible" (حیثیتِ بائبل) میں کہا کہ کوئی اور کتاب اتنی تحریفات، اغلاط اور اختلافات کا شکار نہیں ہوئی جتنی کہ کتابِ مقدس۔ یہ ولیم میور اور لوراوِیگلری کے قرآنِ پاک سے متعلق اقوال کے بالکل برعکس ہے۔ (دیکھیے اس کتاب کے صفحہ 22 کا حاشیہ (۲) اور صفحہ 23 کا حاشیہ (۱))۔

مرقس ۱۹:۱٦ کا مندرجہ بالا فقرہ اور اس سے فوراً پہلے اور فوراً بعد کے فقرے حذف کر دیئے گئے ہیں۔ لوقا کے مندرجہ بالا فقرے سے الفاظ ''آسمان پر اُٹھایا گیا'' حذف کر دیئے گئے۔

متّی ۱٦: ۲۷-۲۸ میں ہم پڑھتے ہیں: ''کیونکہ ابنِ آدم اپنے باپ کے جلال میں اپنے فرشتوں کے ساتھ آئے گا۔ اُس وقت ہر ایک کو اُسکے کاموں کے مُطابق بدلہ دے گا۔ میں تُم سے سچ کہتا ہوں کہ جو یہاں کھڑے ہیں اُن میں سے بعض ایسے ہیں کہ جب تک ابنِ آدم کو اُسکی بادشاہی میں آتے ہوئے نہ دیکھ لیں گے موت کا مزہ ہرگز نہ چکھیں گے۔''

چونکہ یہ پیشنگوئی کبھی بھی صداقت کو نہیں پہنچی اس لئے صرف یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منسوب من گھڑت روایت ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کے سچّے نبی تھے اور اُن کی پیشنگوئی غلط نہیں ہو سکتی۔

پطرس کے بارے میں کلام کرتے ہوئے ایک ہی صفحے پر انجیلِ متّی اپنے ہی فقروں سے اختلاف کرتی ہے۔ جب یسوع (عیسیٰ علیہ السلام) نے اُس (پطرس) کے بارے میں کہا: ''یسوع نے جواب میں اُس سے کہا مُبارک ہے تُو شمعون بریُوناہ کیونکہ یہ بات گوشت اور خون نے نہیں بلکہ میرے باپ نے جو آسمان پر ہے تُجھ پر ظاہر کی ہے۔۔۔ تُو پطرس ہے۔۔۔ میں آسمان کی بادشاہی کی کُنجیاں تجھے دُوں گا اور جو کچھ تو زمین پر باندھے گا وہ آسمان پر باندھے گا اور جو کُچھ تو زمین پر کھولے گا وہ آسمان پر کھُلے گا۔'' (متّی ۱٦: ۱۷-۱۹) فقرہ متّی ۱٦: ۲۳ اس سے مکمل اختلاف کرتا ہے یہ کہتے ہوئے: ''اُس نے پھر کر پطرس سے کہا اے شیطان میرے سے دُور ہو۔ تُو میرے لئے ٹھوکر کا باعث ہے کیونکہ تُو خدا کی باتوں کا نہیں بلکہ آدمیوں کی باتوں کا خیال رکھتا ہے۔''

سولی دیئے جانے کا من گھڑت قصّہ بیان کرنے کے دوران فقرہ متّی ۲۷: ۴۴ کہتا ہے: ''اِسی طرح ڈاکو بھی جو اُس کے ساتھ مصلوب ہوئے تھے اُس پر لعن طعن کرتے تھے۔'' یہاں ذکر ہے کہ دونوں ڈاکو اعمال میں ایک ہی جیسے تھے، جبکہ لوقا ۲۳: ۳۹-۴۰ میں درج ہے: ''پھر جو بدکار صلیب پر لٹکائے گئے تھے اُن میں سے ایک اُسے یوں طعنہ دینے لگا کہ تُو مسیح نہیں؟ تو اپنے آپ کو اور ہم کو بچا۔ مگر دُوسرے نے اُسے جھڑک کر جواب دیا کہ کیا تُو خدا سے بھی نہیں ڈرتا حالانکہ اُسی سزا میں گرفتار ہے۔'' موخر الذکر فقروں میں دونوں ڈاکوؤں کا رویہ یکساں نہیں بلکہ اُن کے رویئے ایک

دوسرے کے متضاد ہیں۔ بائبل میں اس قدر اختلافات ہیں کہ یہاں ذکر نہیں کیئے جا سکتے۔

صرف عہد نامہ جدید ہی تحریفات و اختلافات سے لبریز نہیں بلکہ عہد نامہ قدیم کا بھی یہی حال ہے۔[1] مثال کے طور پر، دوم سلاطین باب ۸ کے فقرہ نمبر ۲۶ میں ہے: ''اخزیاہ ۲۲ (بائیس) سال کا تھا جب اُس نے حکومت کرنا شروع کی۔'' یہ دوم تواریخ ۲۲:۲ سے اختلاف رکھتا ہے جس میں درج ہے: ''اخزیاہ جب حکومت کرنا شروع کی تو وہ ۴۲ (بیالیس) سال کا تھا۔''[2] ایک اور اختلاف دوم سلاطین ۲۴:۸ میں پایا جاتا ہے: ''یہویاکین کی عمر ۱۸ سال تھی جب اُس نے حکومت شروع کی۔ اُس نے یروشلم میں تین مہینے حکومت کی۔'' جب کہ اس کا موازنہ دوم تواریخ ۳۶:۹ میں یوں کیا گیا ہے: ''یہویاکین جب یہودا کا بادشاہ ہوا تو وہ آٹھ (۸) سال کا تھا۔ وہ یروشلم میں تین مہینے دس دن تک بادشاہ رہا۔''[3]

دوم سموئیل ۲۳:۶ کا فقرہ ''ساؤل کی بیٹی میکل کا کبھی بچّہ نہ ہوا وہ بغیر بچّے کی ہی مر گئی۔'' دوم سموئیل ۸:۲۱ سے اختلاف کرتا ہے: ''داؤد نے ارمونی اور مفیبوست کو اُنہیں دیا۔ یہ ساؤل اور اُس کی بیوی رِصفہ کے بیٹے تھے۔ ساؤل کی

---

(۱) Vatican Ecumenical Council II (۱۹۶۲ تا ۱۹۶۵) نے عہد نامہ قدیم میں اغلاط کے وجود کا اعتراف کیا ہے: ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قائم کیئے گئے عقیدہ ءِ نجات (درحقیقت عیسائیوں کا گھڑا ہوا عقیدہ) کے وقت سے پہلے کے مُقامِ انسانیت سے مطابقت رکھتے ہوئے اب عہد نامہ قدیم کی کتابیں تمام انسانوں تک خُدا تعالیٰ اور انسان کا علم اور وہ طریق پہنچاتی ہیں جن کے ذریعے عادل اور رحیم خُدا انسانوں سے رابطہ کرتا ہے۔ ان کتب میں اگرچہ ایسی چیزیں بھی شامل ہیں جو **نامکمل اور عارضی ہیں**۔۔۔'' کتابِ مُقدس کے مطالعہ پر ۱۸ نومبر ۱۸۹۳ء کو پوپ لیو ۸ (Pope Leo XIII) کے جاری کیئے گئے Providentissimus Deus میں درج ہے: ''یہ بلاشبہ سچّائی ہے کہ نقالوں نے بائبل کے متن میں غلطیاں کی ہیں۔۔۔'' اور اعتراف سب سے بڑا ثبوت ہے۔

(۲) اردو ترجمہ بمطابق ورلڈ بائبل ٹرانسلیشن سینٹر میں ۲۲ ہی درج ہے مگر حاشیہ میں لکھا ہے کہ پرانے ایڈیشنز میں ۴۲ درج تھا۔ پاکستان بائبل سوسائٹی، انارکلی، لاہور کے اردو ترجمہ اشاعت ۲۰۱۰ء میں یہ اختلاف ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ (مترجم)

(۳) اردو ترجمہ بمطابق ورلڈ بائبل ٹرانسلیشن سینٹر میں دوم تواریخ کے اس فقرے میں اختلاف کو چھپانے کے لیئے ۸ (آٹھ) کو ۱۸ (اٹھارہ) سے بدل دیا گیا ہے۔ پاکستان بائبل سوسائٹی، انارکلی، لاہور کے اردو ترجمہ اشاعت ۲۰۱۰ء میں یہ اختلاف ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ (مترجم)

ایک اور بھی بیٹی تھی اُس کا نام میکل تھا۔ اُس کی شادی عدری ایل نامی شخص سے ہوئی تھی۔ جو محو یلا کے برزلی کا بیٹا تھا۔ اس لئے داؤد نے میکل اور عدری ایل کی پانچ بیٹیوں کو لیا۔''

اختلاف کو چھپانے کے لئے دوم سموئیل کے باب ۲۱ کے فقرہ نمبر ۸ میں نام 'میکل' جو King James Version اور New World Translation of Jehovah's Witnesses میں (اسی نام سے) درج ہے کو ۱۹۷۳ء کی New Standard American Version کی اشاعت میں (اور ورلڈ بائبل ٹرانسلیشن سینٹر کے اُردو ترجمے میں بھی، مترجم) نام 'معراب' سے بدل دیا گیا ہے۔ (البتہ پاکستان بائبل سوسائٹی، انارکلی، لاہور کے اردو ترجمہ اشاعت ۲۰۱۰ء میں یہ اختلاف ملاحظہ کیا جا سکتا ہے، مترجم)

خُدا تعالیٰ کو دیکھنے سے متعلق عہد نامہ جدید اور عہد نامہ قدیم دونوں میں بیان موجود ہیں۔ فقرہ یوحنا ۱:۱۸ ہمیں بتاتا ہے: ''خُدا کو کبھی کسی نے نہیں دیکھا۔'' یوحنا کا پہلا عام خط باب ۴ فقرہ نمبر ۱۲ بھی اس کی تصدیق کرتا ہے۔ جبکہ (عہد نامہ قدیم کی کتاب) پیدائش کے باب ۳۲ کا فقرہ نمبر ۳۰ ایک الگ کہانی بیان کرتا ہے: ''اِس وجہ سے یعقوب نے کہا کہ اِس جگہ پر میں نے خُدا کو آمنے سامنے دیکھا ہے اس کے باوجود میری جان بچی ہے یہ کہتے ہوئے اُس نے اُس جگہ کا نام ''فنی ایل'' رکھا۔'' تعجب ہے (اس بیان پر)۔ خروج باب ۳۳ کا فقرہ نمبر ۱۱ بھی اس کی توثیق کرتا ہے: ''خُدا موسیٰ سے روبرو (آمنے سامنے، بغیر کسی حائل پردے کے) بات کرتا تھا۔ جس طرح کوئی آدمی اپنے دوست سے بات کرتا ہو۔'' اور خروج باب ۲۴ کے ۹ تا ۱۱ نمبر فقرں میں ہمیں بتایا جاتا ہے: ''تب موسیٰ، ہارون۔۔۔ پہاڑ پر چڑھے۔۔۔ پہاڑ پر اُن لوگوں نے اسرائیل کے خُدا کو دیکھا۔۔۔ تب اُنہوں نے ایک ساتھ کھایا اور پیا۔''

یوحنا باب ۳ کے فقرہ نمبر ۱۳ میں درج ہے: ''اور آسمان پر کوئی نہیں چڑھا سوا اُسکے جو آسمان سے اُترا یعنی ابنِ آدم جو آسمان میں ہے۔'' یہ پیدائش باب ۵ کے فقرہ نمبر ۲۴ سے اختلاف رکھتا ہے جس میں درج ہے: ''حنوک جب خُدا کی سرپرستی میں رہ رہا تھا تو خُدا نے اُسے اپنے پاس بُلا لیا۔ اُس دن سے وہ زمین پر نہیں رہا۔'' اور دوم سلاطین باب ۲ کے فقرہ نمبر ۱ سے بھی اختلاف رکھتا ہے، جس میں درج ہے: ''اب خُداوند کے لئے وقت آگیا ہے ایلیاہ کو طوفان کے ساتھ اوپر جنّت میں اٹھانے کا۔۔۔'' پس کیا صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کو آسمان پر اُٹھایا گیا یا حنوک اور ایلیاہ کو بھی؟

مزید برآں، عہد نامہ قدیم کی کئی اختلافی اشاعتیں موجود ہیں (عبرانی، یونانی، سماری وغیرہ) جن میں زیادہ تر کے مصنفین کا بائبل کے ماہرین کو معلوم نہیں (کہ اُن کا مصنف کون ہے؟)۔اسی صورت کا اطلاق مندرجہ ذیل پر ہوتا ہے: فرانسیسی اشاعت کے مطابق ''بائبل کے مصنّفین اور مدیرین کی اکثریت کو اُن کے لوگوں نے خُدا کا نمائندہ تصور کیا اور وہ تھے بھی گمنام۔''

بائبل کے برخلاف اسلام کا مقام صاف وشفّاف اور غیر جانبدارانہ ہے۔ یہ بائبل کو ایک ایسی کتاب تصور کرتا ہے جس میں کچھ سچائیاں ہیں جبکہ جھوٹ (کی دخل اندازیوں) نے اس کے تقدّس کو داغدار کر دیا ہے۔ سچ کو جھوٹ سے جُدا کرنے کا اسلامی معیار قرآنِ مجید اور نبی حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات ہیں۔ سادہ الفاظ میں، بائبل کے جو مضامین قرآن پاک اور سنّتِ نبوی ﷺ سے متّفق ہیں وہ قابلِ قبول ہیں اور جو ان سے اختلاف رکھتے ہیں وہ قابلِ رد ہیں۔ دیگر فقروں پر یقین رکھا جائے نہ ہی اُن کا انکار کیا جائے۔ جہاں تک خُدا تعالیٰ کے انبیاء ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، داؤد علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام پر نازل شدہ کتب وصحائف کی بات ہے، اُن پر پختہ یقین ایمان کے اصولوں میں سے ہے جس کے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا۔

حقانیتِ قرآن

اللہ تعالیٰ[1] کی طرف سے انسانیت کی رہنمائی کے لیئے نازل کی گئی آخری کتاب قرآنِ مجید چودہ سو سال سے زائد عرصہ تک ردو بدل اور انسانی تحریفات سے محفوظ رہی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا آخری پیغام تئیس سال کے عرصہ میں نبی حضرت محمد ﷺ پر نازل کیا۔ یہ مختلف (چھوٹے بڑے) حصّوں میں نازل ہوا۔ جب کوئی بھی حصّہ آپ ﷺ پر نازل ہوتا تو آپ ﷺ اسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے تلاوت فرماتے جو اسے لکھ لیتے اور یاد کر لیتے۔ مزید برآں، آپ ﷺ کاتبین کو اس کے ہر حصّے کی بالکل درست جگہ کی نشاندہی کر دیتے جہاں وہ حصّہ آنا چاہئے تھا۔ اس طرح قرآنِ پاک (بغیر کسی غلطی کے) مکمل طور پر صحیح لکھا گیا اور حضرت محمد ﷺ کی زندگی میں سینکڑوں پیروکاروں نے زبانی یاد کیا۔ نبیِ کریم ﷺ کی وفات کے بعد خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قرآن کو پہلے یکجا نسخے کے طور پر محفوظ کرنے کی ذمّہ داری زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بخشی۔ پھر (عہدِ عثمانی میں) خلیفۂ سوم (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کے حکم پر زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے سات نسخے تیار کیئے جو دنیا کے مختلف اسلامی مراکز میں بھیجے گئے۔

قرآن کا اصل عربی متن میں موجود ہونا، نسل در نسل دُنیا کے مختلف حصّوں میں اِس کے لاکھوں لفظ بہ لفظ حفّاظ کا موجود ہونا اور اس کے تمام نسخوں کا باہم مکمل طور پر لفظ بہ لفظ یکساں ہونا انسانیت کی ہدایت کے لیئے نازل ہونے والی آخری آسمانی کتاب کی حقانیت کا بین ثبوت ہیں۔[2] مکمل قرآن اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جس میں کوئی اضافہ و مٹاؤ نہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے: ﴿"قل ھو اللہ احد"﴾ (ترجمہ: کہو اللہ ایک ہے)۔ نبی حضرت محمد ﷺ، اس پیغام

---

(۱) "اللہ" وہی لفظ ہے جو کہ عربی دان عیسائی اور یہود خُدا تعالیٰ کے لیئے استعمال کرتے ہیں۔ گرائمر کے لحاظ سے یہ لفظ مُنفرد ہے کیونکہ اس لفظ کی جمع نہیں کی جاسکتی اور نہ ہی کوئی جنس (یعنی مذکر یا مؤنث) دی جاسکتی ہے۔ جو کہ اسلامی عقیدہ سے مطابقت رکھتا ہے۔

(۲) ولیم میور اپنی کتاب "حیاتِ محمد (ﷺ)" (لائف آف محمد) میں لکھتا ہے: "دُنیا بھر میں ایک بھی ایسی کتاب نہیں جو اس قرآنِ مجید کی طرح بارہ صدیوں (اب چودھویں صدی) تک ہر قسم کی تحریف سے پاک رہی ہو۔"

کے مبلّغ وداعی، اس آسمانی جملے کا صرف ایک لفظ یا ایک حرف بھی تبدیل نہیں کر سکتے تھے۔ انہیں وہی کہنا تھا جو انہیں حکم دیا گیا تھا: ''قل ھواللہ احد'' (ترجمہ: کہو اللہ ایک ہے) جس میں وہ لفظ ''قل'' (کہو) کو بھی حذف نہ کر سکتے تھے۔[1]

یہ بھی کہ اسلامی شریعت کا دوسرا سرچشمہ **احادیث** (نبی ﷺ کے فرامین، افعال اور احوال کا ذکر) اللہ تعالیٰ نے (نبی کریم ﷺ پر) وحی کیں جن کا مفہوم وہی ہے مگر الفاظ میں مختلف ہوسکتی ہیں، وہ بھی محفوظ کی گئیں اور کتبِ احادیث میں جدا رکھی گئیں۔ جبکہ دوسری طرف بائبل نا قابلِ اختتام وجود کا دعویٰ نہیں کر سکتی، یہ خدا تعالیٰ سے منسوب الفاظ، انبیاء سے منسوب الفاظ اور لوگوں کے کہے گئے الفاظ کا مجموعہ ہے۔

یہ قرآن پاک کے تمام قارئین کو واضح ہے کہ یہ کتاب صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی واحدانیت پر زور دیتی ہے۔ یہ نبی ﷺ کی زندگی کا نقشہ کھینچتی ہے اور نہ ہی بطورِ ہیرو (بہادرانہ قصّے) بیان کرتی ہے۔ جیسا کہ بہت سے غیر مسلم ایسا یقین رکھتے ہیں۔ جو کوئی شخص قرآن پڑھے وہ یہ واضح طور پر دیکھے گا کہ اس کا مقصد اس عقیدے کو فروغ دینا ہے کہ اللہ ایک ہے، اکیلا ہے، (قرآن تعلیم دیتا ہے) اس کی تقدیس بیان کرنا، اس کے احکامات کی پیروی کرنا اور جس چیز سے اُس نے روکا ہے اس سے رُک جانا۔ قرآن بتاتا ہے کہ **محمد** ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اُن تمام رسولوں کی طرح جو اُن سے پہلے گزرے۔ آیت ۳:۱۴۴ کہتی ہے: **﴿اور محمد ﷺ تو ایک رسول ہیں، البتہ گزر چکے ہیں اُن سے پہلے بہت سے رسول، پھر اگر وہ وفات پالیں یا قتل ہو جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں پر (اُلٹے پاؤں) لوٹ جاؤ گے؟ اور جو اپنی ایڑیوں پر (اُلٹے پاؤں) پھر جائے تو وہ ہرگز اللہ کا کچھ نہ بگاڑے گا، اور اللہ جلد جزا دے گا شکر کرنے والوں کو۔﴾**

یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ نبی، اللہ تعالیٰ کی منشاء ومرضی کے بغیر، بشمول اپنی ذات کسی کو بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ آیت ۷:۱۸۸ کہتی ہے: **﴿آپ ﷺ کہہ دیں میں مالک نہیں اپنی ذات کے لئے نفع کا نہ نقصان کا، مگر جو اللہ چاہے، اور**

---

(۱) ڈاکٹر لوراویگلری اپنی کتاب ''Apologia Dell' Islamismo'' میں لکھتی ہے: ''مگر قرآن کے الہامی ہونے کا ایک اور ثبوت بھی ہے: یہ حقیقت ہے کہ یہ (قرآنِ مجید) کئی زمانوں سے، نازل ہونے سے لے کر آج تک (بالکل) محفوظ رہا۔ اور اسی لیئے یہ خُدا کی منشاء سے ہمیشہ محفوظ رہے گا اُس وقت تک جب تک کہ یہ کائنات قائم ودائم ہے۔''

اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میں بہت بھلائی جمع کر لیتا، اور مجھے کوئی بُرائی نہ پہنچتی، میں بس ڈرانے والا اور خوشخبری سُنانے والا ہوں ان لوگوں کے لیئے (جو) ایمان رکھتے ہیں۔﴾

درحقیقت، (قرآن میں) ایسی آیات بھی موجود ہیں جن میں نبی کریم ﷺ کو چند اعمال کرنے پر قابلِ عتاب ٹھہرایا گیا۔ ایک واقعہ درج ہے کہ جب نبی کریم ﷺ مکّہ کے رؤسائے مشرکین کے گروہ کو دعوت دے رہے تھے تو ایک نابینا (صحابی عبداللہ بن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ) نے مداخلت کی (اضافاتِ مترجم: مجلس میں داخل ہو کر آنحضرت ﷺ کو آواز دینا شروع کی اور بار بار آواز دی (تفسیرِ مظہری) اور ابنِ کثیر کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ اُنہوں نے آنحضرت ﷺ سے ایک آیتِ قرآن پڑھوانے کا سوال کیا اور اس سوال کے فوری جواب دینے پر اصرار کیا۔ (بحوالہ معارف القرآن)) چونکہ آپ ﷺ دوسروں کو (غیر مسلموں کو) راہِ ہدایت دکھانے میں سرگرم تھے، اس لیئے نبی کریم ﷺ کو یہ ناگوار گزرا اور آپ ﷺ نے اُن کی طرف التفات نہ کیا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ وہ ایمان میں پختہ ہیں اور یہ کہ اُن کے جواب کے مؤخر کرنے میں کسی دینی نقصان کا خطرہ نہ تھا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے نبیِ کریم ﷺ کے اس طرزِ عمل کو سورۃ عبس کی آیات ۱ تا ۱۱ میں ناپسندیدہ قرار دیا: **﴿تیوری چڑھائی اور منہ موڑ لیا کہ اس کے پاس ایک نابینا آیا، اور آپ ﷺ کو کیا خبر شاید وہ سنور جاتا یا نصیحت مانتا تو نصیحت کرنا اسے نفع پہنچاتا۔ اور جس نے بے پروائی کی آپ ﷺ اُس کے لیئے فکر کرتے ہیں۔ اور آپ ﷺ پر (کوئی الزام) نہیں اگر وہ نہ سنورے۔ اور جو آپ ﷺ کے پاس دوڑتا ہوا آیا، اور وہ ڈرتا بھی ہے تو آپ ﷺ اس سے تغافل کرتے ہیں۔ ہرگز نہیں، یہ تو (کتاب) نصیحت ہے۔﴾**

قرآن کا قاری وہ آیات بھی دیکھ سکتا ہے جن میں شدت کے ساتھ نبی کریم ﷺ کو خبردار کیا گیا ہے کہ اگر آپ ﷺ بھی (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کرتے اور اللہ پر افتراء بازی کرتے تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو بھی ہلاک کر دیتے۔ سورۃ الحاقّہ کی آیات نمبر ۴۴ تا ۴۷ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **﴿اور اگر وہ (محمد ﷺ) بنا کر لاتا کچھ باتیں تو یقیناً ہم اُس کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے۔ پھر البتہ ہم اس کی رگِ گردن کاٹ دیتے۔ سو تم میں سے نہیں کوئی بھی اس سے روکنے والا۔﴾**

آپ ﷺ کے زمانہ کے مشرکین آپ ﷺ پر یہ الزام عائد کرتے تھے کہ یہ کتاب آپ ﷺ کی خود ساختہ ہے۔ اس نقطے پر، اللہ تعالیٰ نے کئی آیات نازل کیں جن میں مثلِ قرآن کتاب بنا کے لانے کا چیلنج دیا گیا۔ سورۃ بنی اسرائیل کی

آیت نمبر ۸۸ کہتی ہے: ﴿ **آپ ﷺ کہہ دیں اگر تمام انسان اور جن (اس بات) پر جمع ہو جائیں کہ وہ اس قرآن کے مانند لے آئیں تو وہ اس کے مانند نہ لا سکیں گے اگر اُن کے بعض، بعض کے لیئے (وہ ایک دوسرے کے) مددگار ہو جائیں۔** ﴾ اور سورۃ الطّور کی آیات نمبر ۳۳ تا ۳۴ میں ہے: ﴿ **کیا اُن کی عقلیں انہیں یہ سکھاتی ہیں؟ یا وہ سرکش لوگ ہیں۔ کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے (قرآن) کو گھڑ لیا ہے (نہیں) بلکہ وہ ایمان نہیں لاتے۔ تو چاہئے کہ وہ اس جیسی ایک بات لے آئیں، اگر وہ سچے ہیں۔** ﴾ مگر وہ ایسا کرنے میں ناکام رہے۔ بعد میں اس چیلنج کو کم کر کے ۱۰ سورتوں تک محدود کر دیا گیا جیسا کہ سورۃ ھود کی آیت نمبر ۱۳ سے واضح ہے جو کہتی ہے: ﴿ **کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اس (قرآن) کو خود گھڑ لیا ہے، آپ ﷺ کہہ دیں تو تم بھی اس جیسی دس سورتیں گھڑی ہوئی لے آؤ اور جس کو تم (مدد کے لیئے) بُلا سکو بُلا لو اللہ کے سوائے اگر تم سچے ہو۔** ﴾ مگر وہ اس میں بھی ناکام رہے۔ آخر کار، اس دعوٰی کو کم کر کے صرف ایک سورۃ تک محدود کر دیا گیا۔ سورۃ البقرہ کی آیات ۲۳ تا ۲۴ ہمیں بتلاتی ہیں: ﴿ **اور اگر تمہیں اس (کلام) میں شک ہو جو ہم نے اپنے بندہ پر اتارا تو اس جیسی ایک سورت لے آؤ، اور بُلا لو اپنے مددگار اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر تم نہ کر سکو اور ہرگز نہ کر سکو گے تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، کافروں کے لیئے تیار کی گئی ہے۔** ﴾

سورۃ یونس کی آیت نمبر ۳۸ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ **کیا وہ کہتے ہیں؟ کہ وہ اسے بنا لایا ہے، آپ ﷺ کہہ دیں پس تم اس جیسی ایک ہی سُورت لے آؤ اور جسے تم بُلا سکو، بُلا لو، اللہ کے سوا، اگر تم سچے ہو۔** ﴾ وہ ایسا کرنے میں بھی ناکام رہے۔ یہ ثابت کرتا ہے کہ اسلام کے بدترین دشمن، اگر چہ وہ عربی زبان میں فصیح و بلیغ تھے باوجود اس کے وہ قرآن کی سورت کی مثل ایک سورت بنانے میں ناکام رہے۔ اگر وہ اس دعوٰی کے معیار پر پورا اترنے کے قابل ہوتے تو وہ اپنا بہت سا وقت اور کوششیں بچا لیتے جو انہوں نے طاقت کے زور پر اسلام کو ختم کرنے میں صرف کیں۔

بائبل کے برخلاف قرآنِ پاک ہر طرح کی غلطیوں اور تحریفات اور عقل اور سائنس سے اختلاف یا تضاد سے پاک ہے۔ سورۃ النساء کی آیت نمبر ۸۲ میں قرآن فرماتا ہے: ﴿ **پھر کیا وہ قرآن پر غور نہیں کرتے؟ اور اگر اللہ کے سوا کسی اور کے پاس سے ہوتا تو اس میں ضرور بہت اختلاف پاتے۔** ﴾

قرآن جو کہ چودہ سو سال پہلے نازل ہوا، اُن سائنسی حقائق کا ذکر کرتا ہے جنہیں حال ہی میں سائنسی آلات

اور جدید سائنسی تحقیق کو استعمال کرتے ہوئے سائنسدانوں نے دریافت یا ثابت کیا۔ مثال کے طور پر، اللہ تعالیٰ انسانی تخلیق کے مراحل کے بارے میں واضح طور پر فرماتا ہے: ﴿**اور البتہ ہم نے انسان کو چنی ہوئی مٹی سے پیدا کیا۔ پھر ہم نے اسے مضبوط جگہ میں نطفہ ٹھہرایا۔ پھر ہم نے نطفہ کو جما ہوا خون بنایا، پھر ہم نے بنایا جمے ہوئے خون (لوتھڑے) کو بوٹی، پھر ہم نے بوٹی سے ہڈیاں بنائیں، پھر ہم نے ہڈیوں کو گوشت پہنایا، پھر ہم نے اسے نئی صورت میں اُٹھا کر کھڑا کیا، پس اللہ بابرکت ہے بہترین پیدا کرنے والا۔**﴾ (سورۃ المؤمنون، آیات ۱۲ تا ۱۴)

قرآن کائنات کی تخلیق کا ذکر بھی کرتا ہے اور (کائنات کی تخلیق کے) عمل سے متعلق بِگ بینگ (Big Bang) کے نظریئے کی تائید کرتا ہے۔ سورۃ الانبیاء کی آیت نمبر ۳۰ میں ہے: ﴿**کیا کافروں نے نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین دونوں (بارش اور روئیدگی سے) بند تھے، پس ہم نے دونوں کو کھول دیا، اور ہم نے پانی سے ہر شے کو زندہ کیا (زندگی بخشی) تو کیا (پھر بھی) وہ ایمان نہیں لاتے؟**﴾ اس آیت کا مضمون ۱۹۷۳ عیسوی میں نوبل پرائز کا عنوان تھا۔ جدید سائنس نے یہ ثابت کیا ہے کہ جاندار خلیے کے سائٹوپلازم (Cytoplasm) کا اسّی (۸۰) فیصد درحقیقت پانی ہے۔ اِس بالکل درست علم کا چودہ سو سال پہلے ''ایک اُمّی شخص''[(۱)] حضرت محمد ﷺ تک پہنچنا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور یہ کہ محمد ﷺ اُس کے رسول ہیں۔

---

(۱) قرآن میں سورۃ العنکبوت کی آیت ۴۸ میں اللہ تعالیٰ کہتا ہے: ﴿**اور آپ ﷺ اس سے (نزولِ قرآن سے) قبل کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے اِسے لکھتے تھے۔ اِس صورت میں البتہ حق ناشناس شک کرتے۔**﴾

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی اور اُن کا مشن

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ابتدائی زندگی کے بارے میں بہت کم معلومات میسر ہیں۔ حضرت مریم علیہا السلام نے فلسطین میں آپ کو جنم دیا۔ تمام مُسلمان قرآن کے حوالہ جات اور نبی حضرت محمد ﷺ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک عظیم نبی ہونے کے متعلق احادیث کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتے ہیں اور اُن کا ادب واحترام کرتے ہیں۔

اُن کی تعلیمات کی رُوح واحد اللہ پر یقین اور اُسکے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرنا تھی۔ اُنہوں نے محبت اور امن کی بھی تبلیغ کی۔ اُنہوں نے بہت سے معجزات دکھائے مگر اُنہیں کبھی بھی اپنی طرف منسوب نہیں کیا بلکہ ہمیشہ یہ ظاہر کیا کہ یہ اللہ کی طرف سے تھے۔[1] بحوالہ یوحنا ۵: ۳۰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ''میں بذاتِ خود کچھ نہیں کرسکتا''۔ لوقا ۱۱: ۲۰ کے مُطابق ''لیکن اگر میں بدرُوحوں کو خُدا کی قدرت سے نکالتا ہوں''۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ارض وسماں کے مالک خُدا تعالیٰ سے مانگا کرتے تھے۔

لعزر کو (خُدا تعالیٰ کی قدرت سے) دوبارہ زندگی بخشنے سے متعلق یوحنا ۱۱: ۴۱-۴۲ یہ درج کرتا ہے: ''پھر یسُوع نے آنکھیں اُٹھا کر کہا اے باپ میں تیرا شُکر کرتا ہوں کہ تُو نے میری سُن لی۔ اور مجھے معلوم تھا کہ تُو ہمیشہ میری سُنتا ہے مگر

---

(۱) باوجود اس کے ہم عیسائی مُبلغین کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کے خلاف اصرار کرتے ہوئے پاتے ہیں جو اُن کے معجزات کو اُن کی الوہیت کی وجوہات بتلاتے ہیں۔ لہٰذا کوئی اُن سے یہ پوچھنے میں حق بجانب ہے: ''تم موسیٰ علیہ السلام کو خُدا کیوں نہیں مانتے جبکہ انہوں نے اپنا عصا سمندر پر مارا تو سمندر تقسیم ہوگیا'' (اور اُس میں سے خُشک راستہ نکل آیا) (خُروج ۱۴: ۱۶-۱۹) وہ اپنا عصا زمین پر ڈالتے تو وہ اژدھا بن جاتا۔ (خُروج ۴: ۲-۵) ''تُم نے یشوع کو خُدا کیوں نہیں مانا جبکہ انہوں نے سورج اور چاند کو کھڑے رہنے کا حُکم دیا اور انہوں نے اُن کا کہا مانا؟'' (یشوع ۱۰: ۱۲-۱۳) ''ایلیاہ کو خُدا کیوں نہ مانا گیا جبکہ انہوں نے مُردہ کو زندہ کر دکھایا؟'' (اوّل سلاطین ۱۷: ۲۰-۲۲) ''اور الیشع کے متعلق بھی (کیا کہتے ہو) جنہوں نے مُردہ کو زندگی لوٹائی؟'' (دوم سلاطین ۴: ۳۲-۳۵) یہاں تک کہ الیشع کی ہڈیوں نے موت کے بعد بھی مُردے کو زندہ کر اُٹھایا۔ (دوم سلاطین ۱۳: ۲۰-۲۱) حزقی ایل نے بھی ایسا ہی کیا (۳۷: ۷-۱۰) اُس نے ایک ہزار لوگوں کی فوج کے دستے کو دوبارہ زندہ کیا۔ (بائبل میں مذکور اتنے معجزات کے باوجود) پھر بھی اُن میں سے کوئی بھی خُدا یا پھر ایک خُدا تصور نہیں کیا جاتا۔

اِن لوگوں کے باعث جو آس پاس کھڑے ہیں میں نے یہ کہا تا کہ وہ ایمان لائیں کہ تُو ہی نے مجھے بھیجا ہے۔''ایک حواری 'پطرس' کہتا ہے: ''اے اسرائیلیو! یہ باتیں سُنو کہ یسُوع ناصری ایک شخص تھا؛ جس کا خُدا کی طرف سے ہونا تُم پر اُن مُعجزوں اور عجیب کاموں اور نِشانوں سے ثابت ہُوا جو خُدا نے اُس کی معرفت تُم میں دکھائے۔ چنانچہ تُم آپ ہی جانتے ہو۔'' (رسُولوں کے اعمال ۲:۲۲) اُن معجزات کے گواہان بھی یہ جانتے تھے کہ یہ معجزات خُدا تعالیٰ کی طرف سے تھے اور یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام خُدا تعالیٰ کے ایک نبی تھے۔ جب بیوہ کے بیٹے کو (خُدا تعالیٰ کی قدرت سے) عیسیٰ علیہ السلام نے زندگی لوٹائی تو وہاں موجود لوگ کہنے لگے: ''ایک بڑا نبی ہم میں برپا ہُوا ہے اور خُدا نے اپنی اُمّت پر توجُّہ کی ہے۔'' (لوقا ۷:۱۶)

قرآن میں خُدا تعالیٰ کے اِس نبی کا ذکر ''عیسیٰ ابنِ مریم'' کے نام سے (۲۵) مرتبہ آیا ہے جبکہ نبی حضرت محمد ﷺ کا نام کے ساتھ ذکر صرف (۵) مرتبہ آیا ہے۔

قرآن کی سورہ اٰلِ عمران میں ہم پڑھتے ہیں:

۴۲۔ اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم![1] بیشک اللہ نے تجھ کو چُن لیا ہے، اور تجھ کو پاک کیا ہے، اور تجھ کو برگزیدہ کیا عورتوں پر تمام جہانوں کی۔

۴۳۔ اے مریم! تو اپنے رب کی فرماں برداری کر، اور سجدہ کر، اور رکوع کر، رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔

۴۴۔ یہ غیب کی خبریں ہیں، ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں، اور آپ اُن کے پاس نہ تھے کہ اُن میں سے کون مریم کی پرورش کرے گا؟ اور آپ (ﷺ) اُن کے پاس نہ تھے جب وہ جھگڑتے تھے۔

۴۵۔ جب فرشتوں نے کہا اے مریم! بیشک اللہ تجھے اپنے ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے[2] اس کا نام مسیح عیسیٰ علیہ السلام

---

(۱) مریم علیہا السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ واحد عورت ہیں جن کا نام قرآنِ پاک میں درج ہے۔ اُن کا نام قرآن میں چونتیس (۳۴) مرتبہ مذکور ہے۔ مزید یہ کہ، بائبل میں کوئی ایک باب بھی حضرت مریم علیہا السلام کے نام پر نہیں ہے جبکہ قرآنِ مجید میں ایک مُکمل سورت اُن کے نام پر ہے۔ درحقیقت، قرآن کی کوئی بھی سورت نبی کریم حضرت محمد ﷺ کی والدہ، بیٹیوں یا اُن کی بیویوں (میں سے کسی) کے نام پر نہیں ہے۔ یہ حضرت مریم علیہا السلام سے انتہا کی مُحبت ہی ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت اپنی بیٹیوں کا نام حضرت مریم علیہا السلام کے نام پر رکھتے ہیں۔

(۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے حُکم دیا ''ہوجا'' تو اُن کی پیدائش ہوئی۔

ابنِ مریم ہے، دنیا اور آخرت میں با آبرو، اور نیکو کاروں سے ہوگا۔

۴۶۔ اور لوگوں سے گہوارہ میں اور پختہ عمر میں، باتیں کرے گا، اور نیکو کاروں سے ہوگا۔

۴۷۔ وہ بولی، اے میرے رب! میرے ہاں بیٹا کیسے پیدا ہوگا؟ اور کسی مرد نے مجھے ہاتھ نہیں لگایا، اس نے کہا اسی طرح اللہ جو چاہے پیدا کرتا ہے، جب وہ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو وہ کہتا ہے اس کو ''ہو جا'' سو وہ ہو جاتا ہے۔

۴۸۔ اور وہ اس کو سکھائے گا کتاب، اور دانائی[۱]، اور توریت، اور انجیل۔

۴۹۔ اور بنی اسرائیل کی طرف ایک رسول (بھیجے گا) کہ میں تمہاری طرف ایک نشانی کے ساتھ آیا ہوں تمہارے رب کی طرف سے، میں تمہارے لئے گارے سے پرندہ جیسی شکل بناتا ہوں، پھر اس میں پھونک مارتا ہوں، تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ ہو جاتا ہے[۲]، اور میں اچھا کرتا ہوں مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو، اور میں اللہ کے حُکم سے مُردے زندہ کرتا ہوں، اور میں بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو، اور جو تم اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو، بیشک اس میں تمہارے لئے ایک نشانی ہے، اگر تم ایمان والے ہو۔

۵۰۔ اور میں اپنے سے پہلی (کتاب) توریت کی تصدیق کرنے والا ہوں اور تاکہ تمہارے لئے بعض وہ چیزیں حلال کردوں جو تم پر حرام کی گئی تھیں، اور تمہارے پاس ایک نشانی کے ساتھ آیا ہوں تمہارے رب سے، سو تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔

۵۱۔ بیشک اللہ (ہی) میرا اور تمہارا رب ہے سو تم اس کی عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔

۵۲۔ پھر جب عیسیٰ (علیہ السلام) نے معلوم کیا ان سے کفر (تو) کہا کون ہے اللہ کی طرف میری مدد کرنے والا؟ حواریوں نے کہا ہم اللہ کے مدد کرنے والے ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے، اور گواہ رہ کہ ہم فرماں بردار ہیں۔

---

(۱) یعنی انبیاء کی تعلیمات

(۲) یہ معجزہ، المائدہ کا معجزہ (مائدہ کے معنی ہیں خوان۔ اس میں اُس خوان کا ذکر ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔ بحوالہ تفسیرِ حقانی۔ مترجم) اور دیگر صرف قرآن میں درج ہیں، بائبل میں اِن کا ذکر نہیں۔

۵۳۔ اے ہمارے رب! ہم اس پر ایمان لائے جو تو نے نازل کیا اور ہم نے رسول کی پیروی کی، سو تو ہمیں گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لے۔

۵۴۔ اور انہوں نے مکر کیا اور اللہ نے خفیہ تدبیر کی، اور اللہ (سب) تدبیر کرنے والوں سے بہتر ہے۔

۵۵۔ جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ (علیہ السلام) میں تجھے قبض کر لوں گا، اور تجھے اپنی طرف اٹھا لوں گا[1]، اور تجھے پاک کر دوں گا ان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا، اور جنہوں نے تیری پیروی کی انہیں ان کے اوپر (غالب) رکھوں گا، جنہوں نے کفر کیا قیامت کے دن تک۔ پھر تمہیں میری طرف لوٹ کر آنا ہے، پھر میں تمہارے درمیان فیصلہ کروں گا جس (بارہ) میں تم اختلاف کرتے تھے۔

۵۶۔ پس جن لوگوں نے کفر کیا، سو انہیں سخت عذاب دوں گا دنیا اور آخرت میں، اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

۵۷۔ اور جو لوگ ایمان لائے، اور انہوں نے نیک کام کئے تو (اللہ) اُن کے اجر انہیں پورے دے گا، اور اللہ دوست نہیں رکھتا ظالموں کو۔

۵۸۔ ہم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر یہ آیتیں اور حکمت والی نصیحت پڑھتے ہیں۔

۵۹۔ بیشک اللہ کے نزدیک عیسیٰ (علیہ السلام) کی مثال آدم (علیہ السلام) جیسی ہے، اسے مٹی سے پیدا کیا، پھر کہا اس کو "ہو جا" تو وہ ہو گیا۔

۶۰۔ حق آپ کے رب کی طرف سے ہے، پس شک کرنے والوں سے نہ ہونا۔

۶۱۔ جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اس بارہ میں جھگڑے اس کے بعد جبکہ آپ کے پاس علم آ گیا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں! آؤ ہم بُلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے، اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں، اور ہم خود اور تم خود (بھی) پھر ہم سب التجا کریں، پھر جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔

۶۲۔ بیشک یہی سچا بیان ہے، اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور بیشک اللہ ہی غالب، حکمت والا ہے۔

---

(۱) خُدا تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو بچا لیا اور انہیں زندہ آسمان پر اُٹھا لیا، جسم کو بھی اور روح کو بھی بغیر کسی تکلیف یا درد کے۔

اور سورہ مریم میں اللہ تعالیٰ نے نازل کیا:

۱۶۔ اور کتاب (قرآن) میں مریم کا ذکر یاد کرو، جب وہ اپنے گھر والوں سے یکسو ہو گئی ایک مشرقی مکان میں۔

۱۷۔ پھر اس نے ڈال لیا ان کی طرف سے پردہ، پھر ہم نے اس کی طرف اپنے فرشتہ کو بھیجا، وہ اس کے لئے ٹھیک ایک آدمی کی شکل بن کر آیا۔

۱۸۔ وہ بولی بیشک میں تجھ سے اللہ کی پناہ میں آتی ہوں، اگر تو پرہیز گار ہے (یہاں سے ہٹ جا)۔

۱۹۔ اس نے کہا اس کے سوا نہیں کہ میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تا کہ تجھے ایک پاکیزہ لڑکا عطا کروں۔

۲۰۔ وہ بولی میرا لڑکا کیسے ہوگا؟ جبکہ نہ مجھے کسی بشر نے چُھوا، اور نہ میں بدکار ہوں۔

۲۱۔ اس نے کہا اسی طرح (اللہ کا فیصلہ ہے) تیرے رب نے فرمایا کہ یہ مجھ پر آسان ہے، اور تا کہ ہم اسے لوگوں کے لئے ایک نشانی بنائیں، اور اپنی طرف سے رحمت، اور یہ ہے ایک طے شدہ امر۔

۲۲۔ پھر اسے حمل رہ گیا، پس وہ اسے لے کر ایک دُور جگہ چلی گئی۔

۲۳۔ پھر دردِ زہ اسے کھجور کے درخت کی طرف لے آیا، وہ بولی، اے کاش! میں اس سے قبل مر چکی ہوتی، اور میں ہو جاتی بھولی بسری۔

۲۴۔ پس اسے اس کے نیچے (وادی) سے (فرشتے نے) آواز دی تو گھبرا نہیں، تیرے رب نے تیرے نیچے ایک چشمہ (جاری) کر دیا ہے۔

۲۵۔ اور کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلا، تجھ پر تازہ کھجوریں جھڑ پڑیں گی۔

۲۶۔ پس تو کھا اور پی اور آنکھیں ٹھنڈی کر، پھر اگر تو کسی آدمی کو دیکھے تو کہہ دے کہ میں نے رحمٰن کے لئے روزہ کی نذر مانی ہے، پس آج ہرگز کسی آدمی سے کلام نہ کروں گی۔

۲۷۔ پھر وہ اُسے اُٹھا کر اپنی قوم کے پاس لائی، وہ بولے اے مریم تو لائی ہے غضب کی شے۔

۲۸۔ اے ہارون علیہ السلام کی بہن! تیرا باپ بُرا آدمی نہ تھا، اور نہ تیری ماں ہی تھی، بدکار۔

۲۹۔ تو مریم نے اس (بچہ) کی طرف اشارہ کیا، وہ بولے ہم گہوارہ (گود) کے بچے سے کیسے بات کریں؟

۳۰۔ بچے نے کہا بیشک میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا ہے۔

۳۱۔ اور جہاں کہیں میں ہوں مجھے بابرکت بنایا ہے اور جب تک میں زندہ ہوں مجھے حکم دیا ہے نماز کا اور زکوٰۃ کا۔[1]

۳۲۔ اور اپنی ماں سے اچھا سلوک کرنے کا، اور اس نے مجھے نہیں بنایا سرکش، بدنصیب۔

۳۳۔ اور سلامتی ہو مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا، اور جس دن میں مروں گا، اور جس دن میں زندہ ہو کر اٹھایا جاؤں گا۔

۳۴۔ یہ ہیں عیسیٰ (علیہ السلام) ابنِ مریم، سچی بات جس میں وہ (لوگ) شک کرتے ہیں۔

۳۵۔ اللہ کے لئے (سزاوار) نہیں ہے کہ وہ کوئی بیٹا بنائے، وہ پاک ہے، جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو اس کے سوا نہیں کہ وہ کہتا ہے "ہو جا" پس وہ ہو جاتا ہے۔

۳۶۔ اور بیشک اللہ میرا اور تمہارا رب ہے، پس اس کی عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔

مزید برآں، نبی کریم حضرت محمد ﷺ کی احادیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق جملے بھی شامل ہیں۔ ایک حدیث میں نبی کریم حضرت محمد ﷺ نے فرمایا: "میں عیسیٰ علیہ السلام بن مریم سے اور لوگوں کی بنسبت زیادہ قریب ہوں، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور انبیاء علیہم السلام علاتی بھائیوں (کی طرح) ہیں۔ اُن کی مائیں مختلف ہیں لیکن دین سب کا ایک ہی ہے۔"[2]

ایک اور حدیث میں حضرت محمد ﷺ نے فرمایا: "ہر ایک بنی آدم جب پیدا ہوتا ہے تو پیدائش کے وقت شیطان کے چھونے سے زور سے چیختا ہے۔ سوائے مریم اور اُن کے بیٹے عیسیٰ علیہما السلام کے۔"[3] یہ عیسیٰ علیہ السلام کی نانی امّاں (عمران علیہ السلام کی زوجہ) کی دُعا کا نتیجہ تھا جو بمطابق قرآن یہ تھی: ﴿۔۔۔ اور میں نے اس کا نام مریم رکھا، اور میں اس کو

---

(۱) زکوٰۃ ادا کرنا اسلام کے ستونوں میں سے ایک ستون ہے۔ یہ مخصوص اموال پر متعین ایک فیصدی حصّہ ہے جو مستحق غرباء اور ضرورت مند لوگوں کو دیا جاتا ہے۔

(۲) صحیح البخاری، حدیث نمبر ۳۴۴۳۔

(۳) صحیح البخاری، حدیث نمبر ۳۴۳۱۔

اور اس کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتی ہوں شیطان مردود سے۔ ﴾[1]

قرآنِ مجید عیسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ کو برابر تصور کرتا ہے بے گناہی میں اور شرافت میں کیونکہ وہ دونوں ایک ہی خدائے عزوجل کے بھیجے گئے رسول تھے۔

---

(۱) سورت نمبر ۳، آیت ۳۶۔ قرآنِ مجید اور حضرت محمد ﷺ دونوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معزز کیا یہ بتاتے ہوئے کہ وہ شیطان کے شرور سے محفوظ کیئے گئے تھے۔ درحقیقت، یہ بائبل کے اس دعوٰی کا رد ہے کہ ''ابلیس اُسے آزماتا (اُکساتا) رہا۔'' (لوقا ۴:۲)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہودیوں کو بتا چکے تھے کہ میرے بعد اُن (یہودیوں) میں سے کوئی نبی نہ آئے گا اور ''۔۔۔خُدا کی بادشاہی تُم سے لے لی جائے گی اور اُس قوم کو جو اُس کے پھل لائے دے دی جائے گی۔'' (مُتّی ۲۱:۴۳) یہ قوم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قوم تھی جنہیں یہودیوں نے نہ مانا[1]۔ قرآن (۶۱:۶) کہتا ہے: ﴿**اور (یاد کرو) جب مریم (علیہا السلام) کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اے بنی اسرائیل! بیشک میں اللہ کا رسول ہوں تمہاری طرف، اس کی تصدیق کرنے والا ہوں جو مجھ سے پہلے توریت (آئی) اور ایک رسول کی خوشخبری دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد ہوگا پھر جب وہ ان کے پاس واضح دلائل کے ساتھ آئے تو انہوں نے کہا یہ تو کھُلا جادو ہے۔**﴾

عہد نامہ جدید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے محمد ﷺ کی آمد کی بشارت مندرجہ ذیل الفاظ میں دی ہے: ''لیکن میں تُم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اُسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔ اور وہ آ کر دنیا کو گُناہ اور راستبازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھرائے گا۔۔۔۔لیکن جب وہ یعنی رُوحِ حق آئے گا تو تُم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لیئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔ وہ میرا جلال ظاہر کرے گا۔'' (یوحنا ۱۶: ۷-۱۴)

---

(۱) قرآن کا قاری یہ بات دیکھتا ہے کہ یہود کے اِس انکار کے باوجود اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو مخصوص مُدّت تک نوازتا رہا۔ (قرآن ۲:۴۷) قرآن میں مذکور بہت سے قصّے اُن کے اور اُن میں بھیجے گئے انبیاء بالخصوص حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کرتے ہیں، قرآن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام کے ساتھ ۱۳۶ (ایک سو چھتیس مرتبہ) مرتبہ ذکر آیا ہے۔ نہ صرف یہ، بلکہ حضرت محمد ﷺ نے مُسلمانوں کو ہر سال ۱۰ محرم (اسلامی سال کا پہلا ماہ) اور اس سے پچھلے دن (یعنی ۹ محرم) کو روزے رکھنے کی ترغیب دی اِس کا شُکر ادا کرنے کے لیئے کہ اللہ تعالیٰ نے بحیرہ احمر کو تقسیم کر کے موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو فرعون کی فوج سے بچایا۔ لہٰذا چودہ صدیوں سے مسلمان اِس واقعہ کی یاد میں (اِن دنوں میں) روزے رکھ رہے ہیں۔ مُسلمان بنی اسرائیل میں بھیجے گئے تمام انبیاء کے لیئے اپنے دلوں میں عزّت واحترام رکھتے ہیں۔ اسی طرح، بہت سے مُسلمان خاندان اپنی اولاد کے نام ان انبیاء کے نام پر رکھتے ہیں۔

اُس وقت سے کس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اتنی تعریف وعظمت ظاہر کی جتنی کہ محمد ﷺ نے کی؟[(۱)]

انجیلِ برناباس میں، ایک انجیل جسے کلیسا نے نہ مانا، عیسیٰ علیہ السلام نے کہا: **"پس جب آدمیوں نے مُجھ کو اللہ اور اللہ کا بیٹا کہا تھا حالانکہ میں خود دُنیا میں بے گناہ تھا اس لیئے اللہ نے ارادہ کیا کہ اس دنیا میں آدمی یہودا کی موت پر میرے ساتھ ٹھٹھا کریں[(۲)] یہ خیال کر کے کہ میں ہی صلیب پر مرا ہوں تا کہ قیامت کے دن شیطان مُجھ سے ٹھٹھا نہ کرے اور یہ بدنامی اُس وقت تک باقی رہے گی جب محمد رسول اللہ آئے گا جو کہ آتے ہی اس فریب کو ان لوگوں پر کھول دے گا جو اللہ کی شریعت پر ایمان لائیں گے۔(۲۲۰:۱۴-۲۰)**

محمد ﷺ کا ذکر عہد نامہ قدیم میں کئی جگہ آیا ہے۔ ایسا ذکر تحریفات اور مٹاؤ سے محفوظ رہا۔ مثلاً استثناء ۱۸:۱۸-۱۹ میں ہم پڑھتے ہیں: **"میں تُمہاری طرح کا ایک نبی اُن کے لیئے بھیج دوں گا وہ نبی اُنہی لوگوں میں سے کوئی ایک ہو۔ میں اُسے وہ سب بتاؤں گا جو اُسے کہنا ہوگا اور وہ لوگوں سے وہی کہے گا جو میرا حکم ہوگا۔ یہ نبی میرے نام پر بولے گا اور جب**

---

(۱) بہت سے لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت سے متعلق مبالغہ آرائی کی حدوں کو چھوتے ہیں۔ کچھ نے آپ علیہ السلام کو رد کیا اور آپ علیہ السلام کا انکار کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، جبکہ بعد میں بعض دوسرے لوگوں نے اجتماعی طور پر آپ علیہ السلام کے وجود کا انکار کیا اور انہیں ایک افسانوی کردار تصور کیا۔ جہاں تک ایک خدا پر ایمان سے متعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات ہیں، اُن کے نام نہاد پیروکار مخالف سمت میں چلتے ہیں۔ یہ صرف اسلام ہی تھا جس نے آپ علیہ السلام کی نبوت کو واضح کیا اور آپ علیہ السلام کی شخصیت کا دفاع کیا۔

(۲) اناجیل کے مُطابق، چاندی کے تیس روپوں کے عوض آپ علیہ السلام کے خزانچی نے آپ علیہ السلام سے دغا کی۔ جبکہ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کی تفسیر میں اور دیگر کہتے ہیں کہ دغا کرنے کا الزام دیئے گئے حواری نے درحقیقت ایسا نہیں کیا، بلکہ اس کے بجائے اُس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیئے اپنی جان کی قربانی دی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ سُننے کے بعد کہ "کون ہے جو یہ چاہے گا کہ خطرے والے دن میں اُسے اپنا ہم شکل بناؤں اور وہ جنت میں میرا ساتھی ہوگا"۔ اُس حواری نے ایسا کرنے پر رضامندی ظاہر کی اور ایسا ہی ہوا۔ یہ بے لوث کام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں ہی کو زیب دیتا ہے۔ دوسری طرف، بمطابق اناجیل یہوداہ اسکریوتی کا آپ علیہ السلام سے دغا کرنا انجیلِ متّی کی دیگر روایات سے مُتضاد ہے جیسا کہ متّی ۱۹:۲۸ (اور وہ یہ ہے): "۔۔۔جب ابنِ آدم نئی پیدائش میں اپنے جلال کے تخت پر بیٹھے گا تو تُم بھی میرے پیچھے ہو لیئے ہو بارہ تختوں پر بیٹھ کر اِسرائیل کے بارہ قبیلوں کا اِنصاف کرو گے۔" لہٰذا، اگر یہوداہ اسکریوتی دغاباز ہوتا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام "بارہ قبیلوں" کے بجائے "گیارہ قبیلوں" کہتے۔

وہ کچھ کہے گا تب اگر کوئی شخص میرے احکام کو سُننے سے انکار کرے گا تو میں اُسی شخص کو سزا دوں گا۔''

مکّہ (بکّہ) جہاں حضرت محمد ﷺ پر وحی (کے کثیر حصّے) کا نزول ہوا، کا ذکر زبور۸۴:۶ میں ہے: **''یہ لوگ وادی بکا، جسے خدا نے جھرنے جیسا بنایا ہے گزرتے ہیں۔ گرمی کی گرتی ہوئی بارش کی بوندیں پانی کے حوض بناتی ہیں۔''**

سورت نمبر۳ کی آیت ۹۶ میں قرآن کہتا ہے: ﴿**بیشک سب سے پہلے جو گھر مقرر کیا گیا لوگوں کے لیئے وہ مکہ میں ہے برکت والا، اور سارے جہانوں کے لیئے ہدایت۔**﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اسی جگہ کو بنجر جگہ کے طور پر ذکر کیا ہے جہاں انہوں نے اللہ تعالیٰ کے مُقدس گھر کی بنیاد رکھی۔ قرآنِ کریم میں سورت نمبر۱۴ کی آیت ۳۷ میں ہم پڑھتے ہیں: ﴿**بیشک میں نے اپنی کچھ اولاد کو ایک بغیر کھیتی والے میدان میں بسایا ہے تیرے احترام والے گھر کے نزدیک۔**﴾ مزید یہ کہ یسعیاہ ۲۱:۱۳ نے بھی عرب سے وحی کا ذکر کیا ہے۔

حضرت محمد ﷺ کے اُمّی ہونے کی حقیقت کا ذکر یسعیاہ ۲۹:۱۲ میں یوں ہے: **''اور اُس شخص کو کہہ سکتے ہو کہ وہ اس کتاب کو پڑھے تب وہ شخص کہے گا، ''میں اس کتاب کو پڑھ نہیں سکتا کیونکہ میں ان پڑھ ہوں''۔**

صحیح البخاری کی ۳ نمبر حدیث میں حضرت محمد ﷺ پر وحی کا ذکر ہمیں یوں ملتا ہے: **''آپ (ﷺ) غارِ حرا ہی میں قیام پذیر تھے کہ اچانک حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ اے محمد (ﷺ) پڑھو آپ (ﷺ) فرماتے ہیں کہ فرشتے نے مجھے پکڑ کر اتنے زور سے بھینچا کہ میری ساری طاقت جواب دے گئی، پھر مجھے چھوڑ کر کہا کہ پڑھو، میں نے پھر وہی جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس فرشتے نے مجھ کو نہایت ہی زور سے بھینچا کہ مجھ کو سخت تکلیف محسوس ہوئی، پھر اس نے کہا کہ پڑھ! میں نے کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ فرشتے نے تیسری بار مجھ کو پکڑا اور تیسری مرتبہ پھر مجھ کو بھینچا پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہنے لگا کہ پڑھو اپنے رب کے نام کی مدد سے جس نے پیدا کیا اور انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا، پڑھو اور آپ کا رب بہت ہی مہربانیاں کرنے والا ہے۔۔۔''**

سورت نمبر۷ کی آیت ۱۵۷ میں قرآن فرماتا ہے: ﴿**وہ لوگ جو پیروی کرتے ہیں (ہمارے) رسول (محمد ﷺ) نبی اُمّی کی، جسے وہ لکھا ہوا پاتے ہیں اپنے پاس توریت میں، اور انجیل میں،۔۔۔**﴾ ۱۵۷ء میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور

اُن کے اسلاف کی پیشنگوئی پوری ہوئی۔ آپ ﷺ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل [1] میں پیدا ہوئے، اُس وقت جب کہ وہ لوگ مُشرک اور بت پرست تھے۔ آپ ﷺ اخلاقِ حسنہ، سچائی سے مُحبت اور غریبوں اور کمزوروں کی غم خواری کی وجہ سے لوگوں میں نمایاں تھے۔ آپ ﷺ لوگوں میں ''الامین'' (امانتدار) مشہور تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو چالیس سال کی عمر میں اپنا آخری رسول اور تمام انسانیت کے لیئے نبی منتخب فرمایا۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی واحدانیت پر ایمان لانے کی تبلیغ کی اُس پر جو ہم سب کا خالق ہے۔ اکیلا اللہ عبادت کے لائق ہے، پوری کائنات اور جو کچھ اُس میں ہے اُس کا رازق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو بہت سے معجزات عطا فرمائے جو آنکھوں نے دیکھے، مثلاً شقِ قمر (چاند کا دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو جانا) (قرآن ۵۴:۱) اور مدینہ میں (غزوہ احزاب کے موقع پر) دشمن کی فوجوں پر تیز و تند آندھی کا بھیجنا (قرآن ۳۳:۹)۔

یہ معجزات وقوع و پزیر ہونے کے بعد قرآن میں ذکر کیئے گئے اور اُس وقت کے کفار جو قرآن میں غلطیاں ڈھونڈنے میں سرگرداں تھے قرآن کی روایت اور حقیقی واقعات میں کوئی اختلاف تلاش نہ کر سکے۔ نتیجۃً بہت سے لوگوں نے بارضا و خوشی اسلام قبول کرلیا۔ یہ معجزات مؤمنین کے ایمان اور اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ پر یقین کی تقویت کا باعث بنے۔ احادیث میں بہت سے دُوسرے معجزات کا بھی ذکر ہے مثلاً نبی کریم ﷺ کی انگلیوں کے درمیان سے چشمے کا جاری ہونا، مدینہ کے اردگرد خندق کھودنے کے موقع پر خوراک کی مقدار کا بڑھ جانا، آنے والے واقعات کی پیشنگوئی کرنا اور وہ باتیں بتانا جو اللہ تعالیٰ نے اُن پر وحی کیں اور جو لوگوں کو معلوم نہیں۔ البتہ نبی کریم ﷺ کا زندہ معجزہ قرآنِ مجید ہے۔ یہ (قرآن) معجزانہ فطرت کے حامل لسانی، سائنسی اور قانونی اُمور ذکر کرتا ہے۔

نبی کریم ﷺ اپنے ساتھیوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم)، اپنے خاندان اور دیگر لوگوں کے ساتھ رہے۔ اُن کے متعلق کچھ بھی ایسا نہیں تھا جو لوگوں کو معلوم نہ ہو یا راز کے طور پر رکھا گیا ہو۔ اُن کی زندگی ایک کھلی کتاب تھی۔ اُن کی پوری

---

(۱) باوجود اس حقیقت کے کہ اسماعیل علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کے بڑے بیٹے تھے جیسا کہ پیدائش ۱۶:۱۶ میں درج ہے: ''اور جب ابرہام (ابرہیم علیہ السلام) سے ہاجرہ کے اسماعیل پیدا ہوا تو ابرام چھیاسی برس کا تھا۔'' اور پیدائش ۲۱:۵: ''اور جب اُس کا بیٹا اضحاق (علیہ السلام) اُس سے پیدا ہوا تو ابرہام (ابراہیم علیہ السلام) سو برس کا تھا۔'' پیدائش ۲۲:۲ میں بائبل دعوٰی کرتے ہوئے اپنے آپ سے اختلاف کرتی ہے: ''تب اُس نے کہا کہ تُو اپنے بیٹے اضحاق (اسحاق علیہ السلام) کو جو تیرا اکلوتا بیٹا ہے اور جسے تُو پیار کرتا ہے۔۔۔''

زندگی سے متعلق بہت ہی باریک تفصیلات اُن تمام کو معلوم تھیں جو اُنہیں اللہ تعالیٰ کا رسول مانتے تھے اور جو اللہ تعالیٰ پر ایمان کی خاطر قربانیاں دیا کرتے تھے، جبکہ محمد ﷺ کے پاس انہیں دینے کے لیئے کچھ نہ تھا سوائے تمام انسانوں کے رب کی طرف سے نازل شدہ وحی کے۔

آپ ﷺ نے اسلام کے جھنڈے تلے بھائی چارے کا پیغام عام کیا، جس میں نسل، رنگ، زبان، دولت یا جنس کی بنیاد پر کوئی فرق روا نہ رکھا گیا۔ اس کی تصدیق قرآن میں اللہ تعالیٰ کے مندرجہ ذیل الفاظ سے ہوتی ہے:

﴿اے لوگو! بیشک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، اور تمہیں بنایا ذاتیں اور قبیلے تا کہ تم ایک دوسرے کی شناخت کرو، بیشک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے بڑا عزّت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے، اللہ بیشک جاننے والا، خبردار ہے۔﴾ (سورۃ الحُجُرٰت، آیت ۱۳)

نبیِ کریم ﷺ نے اس پر زور دیا کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں حسب ونسب کی کوئی اہمیت نہیں (۱)۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"تمہارا رب ایک ہے اور تمہارے والد ایک ہیں (یعنی حضرت آدم علیہ السلام)۔ کسی عربی کو عجمی پر، کسی عجمی کو عربی پر، کسی کالے کو گورے پر اور گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں، بلکہ فضیلت کا معیار تقوٰی ہے۔" (۲) یعنی تقوٰی اور راست بازی وہ معیار ہیں جن کی بناء پر اللہ تعالیٰ انسانوں کو پرکھتا ہے اور رنگ ونسل کو نظر انداز کر دیتا ہے۔

غلامی دنیا میں بڑے پیمانے پر پھیل چکی تھی، اور زمانے کے خود ساختہ مذاہب میں اِسے بہت فروغ دیا گیا تھا اور بائبل میں بھی جیسا کہ پیدائش ۹:۲۵-۲۷، خروج ۲۱:۲-۱۲ اور افسیوں ۶:۵ میں درج ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے نبیِ کریم ﷺ کو آخری نبی کے طور پر بھیجا تو غلاموں کو آزاد کرنا انسان کو اللہ تعالیٰ کے قریب لانے کے سبب اچھائی کا ایک عظیم عمل بن گیا۔ علاوہ ازیں، یہ عمل اللہ تعالیٰ کی منظوری، رضامندی اور گناہوں اور غلطیوں کی معافی کے حصول کا احسن ذریعہ بن گیا۔

---

(۱) حضرت محمد ﷺ کے ایک چچا ابولہب نے اللہ تعالیٰ کے پیغام کو جھٹلایا۔ جس کے نتیجے میں قرآنی آیات نازل ہوئیں جن میں اُس کی مُذمت کی گئی اور جہنم کی آگ کا اُس سے وعدہ ہوا۔ اُس کا نبی کریم ﷺ سے رشتہ اُسے ابدی سزا سے نہ بچا سکا۔

(۲) احمد، ۲۳۱۰۵

اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں کہتا ہے: ﴿**'عُقبہ' (گھاٹی) میں اور تم کیا سمجھے 'عقبہ' کیا ہے؟ گردن چھڑانا (اسیر کا آزاد کرنا)۔**﴾ (سورۃ البلد، آیات ۱۱ تا ۱۳)

نبیِ کریم ﷺ کو ﴿**رحمۃ للعٰلمین** (تمام جہانوں کے لیئے رحمت)﴾ بنا کر بھیجا گیا۔ اس کا ذکر قرآنِ مجید کی اکیسویں (۲۱) سورت کی ایک سو سات (۱۰۷) نمبر آیت میں ہے۔

نبیِ کریم ﷺ نے فرمایا: **''رحم کرنے والے پر رحم کیا جاتا ہے۔ اس لیئے، زمین والوں پر رحم کرو تا کہ آسمان والا تم پر رحم کرے۔''**[۱] ایک اور حدیث میں ذکر ہے: **''جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ اُس پر رحم نہیں کرتا۔''**[۲]

نبی کریم ﷺ رحم و تلطف کی جیتی جاگتی مثال تھے۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں سورۃ اٰلِ عمران کی آیت نمبر ۱۵۹ میں فرماتا ہے: ﴿**پس اللہ کی رحمت (ہی) سے ہے کہ آپ ﷺ اُن کے لیئے نرم دل ہیں، اور اگر تند خُو، سخت دل ہوتے تو وہ آپ ﷺ کے پاس سے منتشر ہو جاتے، پس آپ ﷺ معاف کر دیں اُنہیں اور ان کے لیئے بخشش مانگیں، اور کام میں اُن سے مشورہ کر لیا کریں،۔۔۔**﴾

نبی کریم ﷺ اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی عفو و کرم کا معاملہ کیا کرتے تھے۔ نبی ﷺ کے عفو و کرم کی مثال فتح مکہ کے موقع پہ سامنے آئی۔ مشرکینِ مکّہ کو یقین تھا کہ آپ ﷺ بدلہ لیں گے۔ جبکہ، نبی کریم ﷺ جب کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہوئے اور اُن سے کہا: **''تم مجھ سے کس قسم کے سلوک کی توقع رکھتے ہو؟''**، **''رحمدلی کی، اے فیاض و مہربان بھائی''** انہوں نے جواب دیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **''ایسا ہی ہوگا''**۔ آپ ﷺ نے فرمایا: **''میں آج تم سے وہ کہتا ہوں جو حضرت یوسف** علیہ السلام **نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا: '' آج تم پر کوئی ملامت (الزام) نہیں، اللہ تمہیں بخشے، وہ سب سے زیادہ مہربان ہے مہربانی کرنے والوں سے۔''**[۳] تب نبی ﷺ نے فرمایا: **''جاؤ تم (سب) آزاد ہو۔''**[۴]

---

(۱) الترمذی، ۱۹۲۸

(۲) مسلم، ۵۹۸۳

(۳) سورہ یوسف: ۹۲

(۴) البیہقی، ۱۸۶۴۷، ۱۸۶۴۸

نبی کریم ﷺ کے لیئے یہ آسان تھا کہ اُن تمام اذیتوں اور اموات کا بدلہ لیتے جن کا انہوں نے اور اُن کے ساتھیوں نے سامنا کیا مگر انہوں نے سب کو معاف کر دیا۔ یہ صاف ثابت کرتا ہے کہ وہ بلاشبہ انسانیت کے لیئے رحمت تھے۔ ایسا کرنے میں، وہ بمطابق قرآنِ پاک کی مندرجہ ذیل ہدایت اُن لوگوں میں سے ہونا چاہتے تھے: **"پی جاتے ہیں غصّہ، اور معاف کر دیتے ہیں لوگوں کو، اور اللہ دوست رکھتا ہے احسان کرنے والوں کو۔"** (سورۃ الِ عمران، آیت ۱۳۴)

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم کی سورۃ **حٰم السّجدہ** کی آیات ۳۴ تا ۳۵ میں فرماتا ہے: ﴿ **آپ ﷺ (بُرائی کو) اس (انداز سے) دور کریں جو بہتر ہو تو یکا یک وہ شخص کہ آپ کے درمیان اور اس کے درمیان عداوت تھی (ایسے ہو جائے گا) گویا وہ جگری دوست ہے۔ اور یہ (بات) نہیں ملتی مگر انہیں جنہوں نے صبر کیا اور یہ نہیں ملتی مگر بڑے نصیب والے کو۔** ﴾

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم ﷺ سے درخواست کی کہ وہ اپنے دُشمنوں پر اللہ کا عذاب نازل ہونے کی دُعا کریں اُس موقع پر جب دُشمنوں نے اُن کا دانت شہید کر دیا اور اُن کا سر مبارک زخمی کر دیا تھا۔ تو نبی کریم ﷺ نے (دُشمنوں کے لیئے بد دعا کرنے سے) انکار کیا اور فرمایا: **"اے اللہ! میری قوم سے درگزر فرما کیونکہ وہ نہیں جانتے۔۔۔"**(۱)

آپ ﷺ کبھی بھی ذاتی معاملات میں غصے نہ ہوئے۔ آپ ﷺ کا تمام غصہ صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر تھا۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے: **"طاقت ور وہ شخص نہیں ہے جو کشتی میں دوسروں کو پچھاڑ دیتا ہے، بلکہ طاقت ور درحقیقت وہ ہے جو غصّے کے موقع پر اپنے اوپر قابو رکھتا ہے"**(۲)۔ آپ ﷺ نرم مزاجی و برتاؤ کا مثالی نمونہ تھے۔ ایک دفعہ ایک آدمی آپ ﷺ سے ملنے آیا ڈرتے اور خوفزدہ ہوتے ہوئے یہ خیال کرتے ہوئے کہ وہ ایک عظیم بادشاہ سے ملنے جا رہا ہے۔ آپ ﷺ اُس سے نرم مزاجی سے ملے اور فرمایا: **"خوف مت کر میں بادشاہ نہیں ہوں، میں تو قریش کی ایک عورت کا فرزند ہوں جو خشک گوشت کھایا کرتی تھی۔"**(۳)

---

(۱) ابنِ حبّان، ۹۴۹۔

(۲) مسلم، ۶۵۹۵

(۳) ابنِ ماجہ، ۳۳۹۱

ایک اور حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''**وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کے دل میں رتی برابر بھی تکبر ہوگا۔**''(۱)

جب آپ ﷺ کے بیٹے ابراہیم کی وفات کے وقت سورج گرہن ہوا تو لوگ کہنے لگے کہ سورج گرہن آپ ﷺ کے بیٹے کی وفات کی وجہ سے ہوا ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے بیان کیا اور فرمایا: ''**سورج اور چاند دونوں اللہ کی نشانیاں ہیں اور کسی کی موت وحیات سے ان میں گرہن نہیں لگتا۔**''(۲)

ایک اور حدیث میں نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو ہدایت کی: ''**میری تعریف حد سے زیادہ نہ کرو جس طرح عیسائیوں نے ابنِ مریم (عیسیٰ علیہ السلام) کی تعریف کی ہے۔ (کیونکہ) میں صرف اللہ کا بندہ ہوں۔ اس لیئے مجھے (صرف) اللہ کا بندہ اور اُس کا رسول کہو۔**''(۳)

ایک مرتبہ ایک صحابی نے آپ کو کہا: ''**آپ ہمارے آقا ہیں اور ہم سب پر زیادہ طاقت وقدرت رکھتے ہیں۔**'' اس سوچ پر آپ ﷺ غصہ ہوئے (آپ ﷺ کا غصہ صرف اللہ کی خاطر تھا) اور فرمایا: ''**صرف اللہ آقا ہے۔ میں کسی کا آقا نہیں۔ شیطان کو موقع نہ دو کہ تمہیں گمراہ کرے۔ میں نہیں چاہتا کہ تم مجھے اُس مقام سے اوپر لے جاؤ جو اللہ نے مجھے عطا کیا ہے۔ میں صرف اللہ کا بندہ اور اُس کا رسول ہوں**''۔(۴) شریعتِ محمدی میں کمزوروں، غریبوں، مسکینوں اور بیواؤں کا خیال رکھنا اسلام کا ایک جُز قرار پایا۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں سورۃ الماعون کی آیات ۱ تا ۳ میں فرماتا ہے: ﴿ **کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جو روزِ جزا و سزا کو جھٹلاتا ہے؟ یہی ہے جو یتیم کو دھکّے دیتا ہے، اور نہیں رغبت دلاتا مسکین کو کھانا کھلانے کی۔** ﴾

---

(۱) مسلم، ۲۲۵

(۲) البخاری، ۱۰۴۴

(۳) البخاری، ۳۳۷۲

(۴) احمد، ۱۲۲۹۵

ضرورت مندوں کونظرانداز کرنا جہنم کی آگ میں جانے کا سبب بن سکتا ہے۔اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں سورۃ المعارج کی آیات ۳۳ تا ۳۴ میں فرماتا ہے: ﴿ **بیشک وہ اللہ بزرگ و برتر پر ایمان نہیں لاتا تھااور وہ (دوسروں کوبھی) رغبت نہ دلاتا تھا محتاج کوکھانا کھلانے کی۔** ﴾

اسلام معصوم لوگوں کے خلاف ہرطرح کی ناانصافی، ظلم وزیادتی اور دہشتگردی کی مذمت کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ **۔۔۔اورزیادتی نہ کرو، بیشک اللہ زیادتی کرنے والوں کودوست نہیں رکھتا۔** ﴾ (سورۃ البقرہ،آیت ۱۹۰)

قرآنِ مجید یہ بھی کہتا ہے: ﴿ **اس وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پرلکھ دیا کہ جس نے کسی ایک جان کوکسی جان کے (بدلے کے) بغیر یا ملک میں فساد کرنے کے بغیر قتل کیا تو گویا اس نے قتل کیا تمام لوگوں کو، اور جس نے (کسی ایک کو) زندہ رکھا (بچایا) تو گویا اس نے تمام لوگوں کوزندہ رکھا (بچالیا)۔۔۔** ﴾ (سورۃ المائدہ،آیت ۳۲)

اسلام میں قتل کرنے کی بہیمیت یوں بیان کی گئی ہے۔

مُسلمانوں کو جانوروں سے بھی مہربانی سے پیش آنے اور انہیں کسی بھی قسم کا نقصان پہنچانے سے رک جانے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ایک موقع پرحضرت محمد ﷺ نے فرمایا: **''ایک عورت کوعذاب ہوا ایک بلّی کے لیئے جس کواس نے قید کیا تھا یہاں تک کہ وہ مرگئی۔ پھروہ عورت جہنم میں گئی۔اس عورت نے اس بلّی کو نہ کھانا دیا نہ پانی قید میں اور نہ چھوڑا کہ زمین کے کیڑوں کوکھاتی۔''**(۱)

آپ ﷺ نے ایک فاحشہ کا قصہ بھی سُنایا جس نے پیاس سے مرتے ہوئے ایک کتے کو پانی پلایا تو اللہ تعالیٰ نے اُس کے گناہ معاف فرمادیئے۔(۲) **آپ ﷺ سے پوچھا گیا: ''کیا ہمیں جانوروں میں بھی اجر ملتا ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہر جاندار میں ثواب ہے۔''**(۳)

---

(۱) مسلم، ۵۸۰۴

(۲) البخاری، ۳۳۹۲

(۳) البخاری، ۲۳۲۳

غیر مسلموں کے حقوق کے معاملے میں اسلام رواداری و بردباری اور ادب واحترام کی ترغیب دیتا ہے۔
ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "۔۔۔ **جو مسلمان کسی مُعاہد (غیر مسلم شہری) پر ظلم کرے گا، یا اس کی حق ماری کرے گا، یا اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ (یعنی جزیہ جو مخصوص قسم کا حفاظتی ٹیکس ہوتا ہے) ڈالے گا، یا اس کی کوئی چیز جبراً لے لے گا، تو میں خدا کی عدالت میں مسلمان کے خلاف دائر ہونے والے مقدمے میں اس غیر مسلم شہری کا وکیل بن کر کھڑا رہوں گا**"۔(۱)

اسلام امانتوں کے ادا کرنے اور خیانت نہ کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ ایک حدیث ہے: "**جس شخص نے تمہیں قابلِ اعتماد جان کر اپنی امانت تمہارے پاس رکھی ہو تو اس کی امانت واپس کر دو، اور جو تم سے خیانت کرے، تو تم اس کے ساتھ خیانت کا معاملہ نہ کرو، (بلکہ اپنے حق کو وصول کرنے کے لیے دوسرے جائز طریقے اختیار کرو)**۔"(۲)

اسلام خودغرضی کی بھی شدید مذمت کرتا ہے اور انسان کو دوسروں کے لیئے وہی پسند کرنے کی ترغیب دیتا ہے جو انسان اپنے لیئے پسند کرتا ہے۔ بنی کریم ﷺ نے فرمایا: "**تم میں سے کوئی کامل مومن نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ اپنے بھائی کے لیئے بھی وہی پسند کرے جو اپنے لیئے پسند کرتا ہے**۔"(۳)

اچھے اخلاق اور عورت کا احترام بھی اسلامی پیغام کا حصّہ ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "**مسلمانوں میں کامل ترین مومن وہ ہے جو اخلاق و عادات میں سب سے اچھا ہو۔ اور مؤمنین میں بہتر وہ ہے جو اپنی عورتوں سے بہترین طریقے سے پیش آئے**۔"(۴) یہ بھی کہ "**ایک آدمی نے نبی ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے حُسنِ سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تیری ماں۔ اس نے کہا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تیری ماں،**

(۱) ابوداؤد، ۳۰۵۴
(۲) الترمذی، ۱۲۶۱
(۳) البخاری، ۱۳
(۴) احمد، ۷۳۴۷

اس نے کہا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تیری ماں۔ اس نے کہا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تیرا باپ۔"[۱]

اسلامی تعلیمات کے مطابق والدہ کی خدمت اور دیکھ بھال کرنے کا بدلہ جنت ہے۔ جب نبی کریم ﷺ سے ایک شخص نے جہاد پر جانے کا مشورہ کیا جب کہ اُس کی والدہ حیات تھیں جن کا اُسے خیال رکھنا تھا، تو نبی کریم ﷺ نے ہدایت کی: **"اُسے نہ چھوڑو کیونکہ جنّت اُس کے قدموں تلے ہے۔"[۲]**

نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا: **"جس شخص کے کوئی بچی پیدا ہوئی اور اس نے جاہلیت کے طریقے پر زندہ دفن نہیں کیا اور نہ اسے حقیر جانا اور نہ لڑکوں کو اس کے مقابلے میں ترجیح دی، تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو جنت میں داخل کرے گا۔"[۳]** نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا: **"جس کی دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں اور وہ اُن کی اچھی تربیت کرے تو وہ جنّت میں میرا قریبی ساتھی ہوگا۔"[۴]**

یوں عورتوں سے مہربانی اور شفقت سے پیش آنے کی اسلامی تعلیمات میں تاکید کی گئی ہے اور یہ اعمالِ صالح میں ایک بڑا عمل ہے جو ایک شخص کو جنت تک پہنچا سکتا ہے۔

(محمدی) شریعت کے مطابق، عورتوں کی فلاح و بہبود کے لیئے مرد ذمہ دار ہیں اگرچہ وہ باپ، بیٹا، بھائی حتّٰی کہ حاکم ہو۔ عورت اُس کی وراثت میں بھی حصّہ دار ہے، شادی کے وقت مہر اُس کا حق ہے، شادی کے لیئے مرد کا

---

(۱) مسلم، ۶۴۵۲

(۲) النسائی، ۳۱۰۶

(۳) احمد، ۱۹۶۶

(۴) ابنِ ابی شیبہ، ۲۱۱۷۹

انتخاب اور طلاق کے بعد دوبارہ شادی کی وہ حق دار ہے۔[1] اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک کی سورۃ البقرہ کی آیت ۲۲۸ میں فرماتا ہے: ﴿اور عورتوں کے لیئے (حق) ہے جیسے عورتوں پر (مردوں کا) حق ہے دستور کے مطابق۔﴾

---

(۱) احبار ۱۵:۱۹-۳۰ میں ہے: ''اگر کوئی عورت کو ماہواری خون بہتا ہے تو وہ سات دن تک ناپاک رہے گی۔ اگر کوئی شخص اُسے چھوتا ہے تو وہ آدمی شام تک ناپاک رہے گا۔ اپنے ماہواری کے ایّام کے دوران میں عورت جس کسی چیز پر لیٹے گی یا بیٹھے گی وہ ناپاک ہو جائے گی۔ اگر کوئی شخص اُس عورت کے بستر کو چھوتا ہے تو اُسے اپنے کپڑوں کو پانی میں دھونا اور نہانا چاہیئے۔ وہ شام تک ناپاک رہے گی۔ اگر کوئی شخص کسی چیز کو چھوتا ہے جس پر وہ عورت بیٹھی تھی تب اُسے اپنے کپڑے دھونے چاہئیں اور پانی میں نہانا چاہیئے۔ وہ شام تک ناپاک رہے گا۔ یہ اُس کے بستر یا کسی بھی چیز جس پر کہ وہ بیٹھتی ہے کو چھونے سے متعلق ہے۔ وہ شام تک ناپاک رہے گا۔ اگر کوئی آدمی کسی کے ساتھ ایّام ماہواری کے وقت جنسی تعلق کرتا ہے تو اس کی ماہواری کی ناپاکی اس میں چلی جاتی ہے اور وہ آدمی سات دن تک ناپاک رہے گا۔ اور جس کسی بھی بستر پر وہ سوتا ہے ناپاک ہو جاتا ہے۔ اگر کسی عورت کو ایّامِ ماہواری کو چھوڑ کر بہت دنوں تک ماہواری کا خون بہتا ہے، یا اگر یہ اُس کی ماہواری کا ایّام نہیں ہے اور اس کو ایّامِ ماہواری کے دوران کی طرح خون کا بہنا مسلسل جاری رہتا ہے تو وہ اس وقت تک ناپاک رہے گی جب تک کہ اس کا خون کا بہنا رُک نہ جاتا ہے۔ جب اُسے ماہواری کا خون بہتا ہے اور اسی دوران وہ کسی بھی جگہ پر بیٹھتی ہے تو یہ ناپاک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح سے جس طرح معمول کے مطابق ہونے والے ماہواری کے ایّام کے دوران ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص اُن چیزوں کو چھوتا ہے تو وہ ناپاک ہو جاتا ہے۔ اُس آدمی کو پانی سے اپنے کپڑے دھونا چاہئیں اور نہانا چاہیئے۔ وہ شام تک ناپاک رہے گا۔ اُس کے بعد جب عورت اپنے ایّامِ ماہواری سے فارغ ہو جاتی ہے تب سے اُسے سات دن گننے چاہئیں۔ اُس کے بعد وہ پاک ہوگی۔ پھر آٹھویں دن اُسے ۲ فاختیں یا ۲ کبوتر کے بچے لینے چاہئیں۔ اور اسے خیمۂ اجتماع کے دروازہ پر کاہن کے پاس لانے چاہئیں۔ پھر کاہن کو ایک چڑیا کو گناہ کی قربانی کے طور پر اور دُوسروں کو جلانے کی قربانی کے طور پر چڑھانا چاہیئے۔ اس طرح وہ کاہن خُداوند کے سامنے اُس کے ایّام کی ناپاکی کے لیئے کفّارہ ادا کرے گا۔'' بائبل عورت کی نہ صرف ناپاکی کے عرصہ تک تذلیل کرتی ہے اور اُسے ناپاکی کا منبع تصور کرتی ہے بلکہ یہ اُسے مُجرم قرار دیتی ہے کہ جس نے گناہ سرزد کیا جس کے کفّارے کی ضرورت ہے جیسے اُس نے اپنے لیئے خود اس کا انتخاب کیا ہو۔ بائبل عورت کو بہت ہتک آمیز اور تذلیل آمیز انداز میں پیش کرتی ہے۔ اوّل تیمتھیس کا فقرہ ۵:۱۰ ایک بیوہ کا مُقدّسوں (ولیوں) کے پاؤں دھونا ''نیک عمل'' قرار دیتا ہے۔ عورت بُرائی ہے (زکریاہ ۵:۸) اور اُسے شوہر کی موت کے بعد شوہر کے بھائی سے شادی کرنے پر مجبور کیا جانا چاہیئے (استثناء ۲۵:۵)۔ وہ مرد رشتہ داروں کی موجودگی میں وراثت کی حقدار نہیں (استثناء ۲۱:۱۵-۱۷ اور گنتی ۲۷:۱-۱۱) اور ایک آدمی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی بیٹی کو بیچ ڈالے (خرُوج ۲۱:۷)۔ مزید برآں، ایک مطلّقہ کا دوبارہ شادی کرنا ممنوع ہے (متّی ۵:۳۲)

اسلام والدین سے حسنِ سلوک کی ترغیب دیتا ہے اور یہ ترغیب دیتا ہے کہ اُن کے ساتھ مہربانی کا سلوک کرو اگر چہ وہ اسلام کے مخالف ہوں۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے: ﴿ **اور ہم نے انسان کو تاکید کی اس کے ماں باپ کے بارے میں (حُسنِ سلوک کی) اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری (جھیلتے ہوئے) اسے پیٹ میں رکھا، اور دو سال میں اس کا دودھ چھڑایا، کہ میرا شکر کر اور اپنے ماں باپ کا، میری طرف (ہی) لوٹ کر آنا ہے۔ اور اگر وہ دونوں تیرے ساتھ کوشش کریں کہ تو میرا شریک ٹھہرائے، جس کا تجھے کوئی علم (سند) نہیں تو اُن کا کہا نہ مان، اور دنیا (کے معاملات) میں ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بسر کر۔۔۔** ﴾ (سورۃ لقمٰن، آیات ۱۴ تا ۱۵)

اسلام دوسروں سے صلح رحمی و بردباری کا مظاہرہ کرنے کی تبلیغ کرتا ہے۔ ایک حدیث میں درج ہے: **''ہر اُس شخص پر دوزخ کی آگ حرام ہے جو نرم مزاج، نرم طبیعت اور نرم خو ہو۔''**[(۱)] اُن لوگوں کو نبی ﷺ نے جہنمیوں میں ذکر کیا ہے جو بدخلق، بدخو اور سخت گو ہوں۔[(۲)]

اسلام انسانی حقوق کو عزت بخشتا ہے اور ان کا احترام کرتا ہے۔ شرعی قوانین پُر امن زندگی اور لوگوں کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے کے ضامن ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **''میری اُمّت کا مفلس اور دیوالیا وہ ہے جو قیامت کے دن اپنی نماز، روزے اور زکوٰۃ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر ہوگا، اور اسی کے ساتھ ساتھ اس نے دنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال مار کر کھایا ہوگا، کسی کو قتل کیا ہوگا، کسی کو ناحق مارا ہوگا، تو اِن تمام مظلوموں میں اس کی نیکیاں بانٹ دی جائیں گی۔ پھر اگر اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں اور مظلوموں کے حقوق باقی رہے تو ان کی غلطیاں اس کے حساب میں ڈال دی جائیں گی۔ پھر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔''**[(۳)]

---

(۱) احمد، ۳۹۳۷

(۲) مسلم، ۱۳۶۷

(۳) مسلم، ۶۵۳۱

اسلام دشمن کے ساتھ بھی عدل وانصاف اور صبر وتحمل کے مظاہرہ کی تعلیم دیتا ہے: ﴿**اے ایمان والو! اللہ کے لیئے کھڑے ہونے والے ہو جاؤ انصاف کی گواہی دینے کو۔ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں (اس پر) نہ اُبھارے کہ انصاف نہ کرو، تم انصاف کرو یہ تقوٰی کے زیادہ قریب ہے، اور اللہ سے ڈرو، بیشک جو تم کرتے ہو اللہ اس سے خوب باخبر ہے۔**﴾ (سورۃ المائدہ، آیت ۸)

اسلام کامل دین ہے جو ذہنی، جسمانی اور روحانی ضروریات کا خیال رکھتا ہے اور ہر زمانے کے لوگوں کے لیئے قابلِ عمل ہے۔ یہ نیک اعمال کے کرنے اور اعمالِ بد ترک کرنے کا حکم دیتا ہے۔[1] نبوت سے پہلے، حضرت محمد ﷺ کا نکاح مکّہ کی ایک امیر عورت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوا جن کے لیئے انہوں نے بحیثیت تاجر کام کیا۔ جب اُن

---

(۱) محمد ﷺ کی نبوّت کے ثبوتوں میں سے ایک یہ حقیقت ہے کہ وہ اُمّی (ناخواندہ) تھے اور ایسے ماحول میں رہ رہے تھے جس میں تعلیم ناپید تھی۔ اس کے باوجود اُنہوں نے ایک کامل شریعت لائی جو انسانی زندگی کے ہر پہلو پر ہر زمانے میں ایمان، طریقِ عبادت، لین دین، معاملات، اخلاقیات وغیرہ کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ انہوں نے شادی، طلاق، اولاد کی پرورش، بیوی کا نان نفقہ، وراثت، خاندانی اور ہمسائیگی تعلقات، مجرموں کی سزائیں، انسانی حقوق، سیاست، معیشت، معاشرتی زندگی، کھانے پینے کے آداب، لباس پہننے کے آداب، سفر کے آداب، سونے اور جاگنے کے آداب، جمائی کے آداب، چھینکنے کے آداب، اجازت طلب کرنے کے آداب، بیمار کی تیمارداری کے آداب، حاجب کے آداب میں کامل نظام متعارف کرائے۔ یہ سب کچھ وہ اپنی طرف سے نہیں لائے اور انہوں نے کبھی یہ دعوٰی نہیں کہ یہ علم اُن کا اپنا (وضع کیا ہوا) ہے۔

اگر محمد ﷺ کو ذاتی عزت وجاہ مقصود ہوتی تو وہ کبھی بھی اپنے پیروکاروں کو مخصوص اعمال مثلاً وضو کرنا، دن میں پانچ وقت نماز ادا کرنا، مباشرت کے بعد غسل کرنا، ہر سال لگاتار ایک ماہ (ماہِ رمضان) فجر سے پہلے سے غروبِ سورج تک بالخصوص عرب کے صحراؤں میں ناقابلِ برداشت گرمی میں حتٰی کہ بغیر پانی پیئے روزے رکھنے کا حکم نہ دیتے۔ آپ ﷺ نے اُنہیں ایسے کاموں سے رُک جانے کا حکم دیا جنہیں لوگوں کی اکثریت خواہش کرتی ہے مثلاً شراب نوشی، زنا، سُود، قمار وغیرہ۔ استثناء ۱۸:۲۰ اور یرمیاہ ۱۴:۱۵ میں درج ہے کہ خُدا تعالٰی نبوت کا جھوٹا دعوٰی کرنے والے کی مُذمت کرتا ہے جیسے اُس نے ایک سال سے کم عرصے میں حنناہ کو ہلاک کیا۔ (یرمیاہ ۲۸:۱۵-۱۷) دوسری طرف (ہم دیکھتے ہیں کہ) نبی محمد ﷺ کی نبوّت تیئس (۲۳) سال تک رہی اور آج اُن کا دین دُنیا میں تیزی سے بڑھتا ہوا مذہب ہے۔ دورانِ زندگی خُدا تعالٰی کی مدد ہر موقع پر اُن کے ساتھ شاملِ حال رہی۔

کی نبوت کی خبر عام ہوئی، تو اُن کے (مکّہ کے) لوگوں نے اِس شرط پر کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے کے عمل کو ترک کر دیں اُنہیں کثیر مال و دولت اور یہاں تک کہ اُنہیں بادشاہ منتخب کرنے کی پیشکش کی۔ اُنہوں نے اِس پیشکش کو ٹھکرا دیا اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیئے جو راستہ منتخب کیا تھا اُس پر بدستور جمے رہے، وہ راستہ جس پر (چلتے ہوئے) اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پھیلانے کی خاطر ہر طرح کے مصائب سے دوچار ہونا تھا۔ آپ ﷺ کے پیغام کے پھیلاؤ کے بعد آپ ﷺ کے پاس ہر طرح کے طاقت واختیار ہونے کے باوجود آپ ﷺ نے ایک بہت ہی سادہ زندگی بسر کی آسائشوں کے بغیر جو اگر وہ چاہتے تو (باآسانی) حاصل کر سکتے تھے۔ بجائے اس کے، جس بستر پر وہ سوتے تھے وہ چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور گارے سے بنے گھر میں رہتے تھے۔ جیسا کہ آپ ﷺ کی زوجہ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) سے منقول ہے: **"کئی مرتبہ لگاتار کئی راتیں گزر جایا کرتی تھیں کہ آپ ﷺ اور گھر والوں کے لیئے رات کے کھانے کے لیئے کچھ نہ ہوتا تھا۔ آپ ﷺ کے گھر میں زیادہ کھائی جانے والی روٹی جو کی روٹی ہوا کرتی تھی۔"**(۱)

(حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ) رسول اللہ ﷺ نے ایسے حال میں وفات پائی کہ آپ ﷺ کی زرہ تیس صاع جو کے بدلے ایک یہودی کے پاس رہن رکھی ہوئی تھی۔ (صحیح بخاری)

آپ ﷺ نے اپنی پوری زندگی اور کاوشوں کو انسانیت کو اللہ تعالیٰ کی واحدانیت پر ایمان لانے کی دعوت دینے کے لیئے وقف کیا۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے: ﴿**اور نہیں پیدا کیا میں نے جن اور انسان کو مگر صرف (اس لیئے کہ) وہ میری عبادت کریں۔**﴾ (سورۃ الذّٰریٰت، آیت ۵۶) یہ اس لیئے تھا تا کہ اُنہیں (جنّوں اور انسانوں کو) سچی خوشی کی ہدایت کی جائے اور دنیا و آخرت کے مصائب سے نجات دی جائے۔

نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ نے ۶۳۲ عیسوی میں وفات پائی۔ آپ ﷺ نے روزِ قیامت تک انسانیت کی رشد و ہدایت کے لیئے اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام قرآنِ مجید اور اپنی تعلیمات چھوڑیں۔

---

(۱) الترمذی، ۲۴۰۰

امریکی مصنف مائیکل ہارٹ اپنی کتاب ''تاریخ کی سو(۱۰۰) ذی اثر شخصیات کا ترتیب وار ذکر'' (The 100: A Ranking of the Most Influential Persons in History) میں حضرت محمد ﷺ کو سب سے پہلے نمبر پر رکھتا ہے اور اُن کے بارے میں لکھتا ہے: ''(وہ) واحد شخصیت ہیں جو مذہبی اور دنیاوی سطح دونوں میں انتہائی کامیاب ہوئے۔ ان خصوصیات کا غیر معمولی ملاپ اُنہیں اس کا حقدار بناتا ہے کہ اُنہیں عظیم ترین اور سب سے زیادہ ذی اثر شخص تسلیم کیا جائے۔'' سکاٹ لینڈ کا تاریخ دان ولیم میور حضرت محمد ﷺ کے اقوال کی صفائی و سُتھرائی اور اُن کے مذہب (اسلام) کی آسانی کی تعریف کرتا ہے۔ اُس نے یہ بھی لکھا کہ انہوں نے حیرت انگیز اعمالِ صالح کی تکمیل کی اور یہ کہ تاریخ میں کوئی دوسرا شخص نہیں جو اتنے مختصر عرصے میں رُوحوں کو بیدار کرنے اور اعمال صالح اور اخلاقِ حسنہ کو دوبارہ زندہ کرنے میں کامیابی حاصل کر سکا ہو۔

مشہور تاریخ دان جارج برناڈ شاہ اپنی کتاب ''حقیقی اسلام'' (Genuine Islam) کی جلد نمبر ا، نمبر ۸، ۱۹۳۶ میں لکھتا ہے کہ دنیا کو ایک ایسے آدمی کی ضرورت تھی جو محمد ﷺ کی فہم و فراست کا حامل ہو کیونکہ وہ ایسے نبی تھے جنہوں نے ہمیشہ اپنے ایمان کو ادب و احترام اور عزت کا شرف بخشا۔ (برناڈ شاہ نے) مزید لکھا کہ اسلام ہر زمانے اور ہر خطے کے لئے مناسب اور موزوں ترین ہے اور یہ کہ یہ مذہب یورپ میں جدید گہرائی پکڑے گا باوجود اس کے کہ ازمنہ وسطیٰ میں عیسائی راہبوں نے اسلام کی نہایت بھیانک تصویر پیش کی اور انہیں عیسائیت کا دشمن تصور کیا۔ برناڈ شاہ مزید لکھتا ہے: ''میں نے محمد ﷺ کی زندگی کا مطالعہ کیا ہے، محمد ﷺ ایک شاندار آدمی تھے، عیسیٰ علیہ السلام کی مخالفت والی بات میرے خیال میں نری بودی ہے، محمد ﷺ کو بجا طور پہ انسانیت کا نجات دہندہ کہا جانا چاہئے۔'' وہ مزید کہتا ہے: ''میرا یقین ہے کہ اگر آج کی دنیا کی حکمرانی اُنہیں دے دی جاتی تو وہ اس کے مسائل اس طرح سے حل کرنے میں کامیاب ہوتے جس سے امن و امان اور خوشحالی و آسودگی حاصل ہوتی۔۔۔''

مشہور فرانسیسی شاعر الفانس ڈی لے مارٹین اپنی کتاب ''Histoire de la Turquie'' (۱۸۵۴ء) میں رقم طراز ہے: ''کبھی کسی انسان نے رضا کارانہ یا غیر رضا کارانہ طور پر اپنے لئے اتنے ارفع و اعلیٰ مقصد کا انتخاب نہیں کیا، کیونکہ یہ مقصد عام مقصد سے بالکل الگ اور بلند تھا۔ یہ مقصد عام انسانی گرفت سے بالاتر تھا: (مقصد کیا تھا؟) یہ کہ ان

اوہام کوسرے سے ختم کر دیا جائے جو خالق اور اس کی مخلوق کے مابین پیدا کر دئے گئے تھے،۔۔۔کوئی انسان اتنے مختصر عرصے میں ایسے بڑے اور دیر پا انقلاب کو حاصل نہیں کر سکا۔۔۔اگر مقصد کی عظمت، وسائل کے استعمال میں کفایت شعاری اور عظیم نتیجہ حاصل کرنا انسان کی ذہانت کے تین معیار ہوں تو کون ہے جو تاریخ کے کسی عظیم انسان کا حضرت محمد ﷺ سے موازنہ کرنے کا خواہشمندہ ہے؟۔۔۔انہوں نے روحوں کو حرکت میں لگا دیا۔اور اس سارے کام کی بنیاد ایک کتاب (قرآنِ مجید) تھی، کہ جس کا ہر حرف قانون کا درجہ رکھتا ہے، روحانی اتحاد کا عنصر جس نے ہر زبان اور نسل کے لوگوں کو آپس میں جوڑ دیا تھا، ملا کر رکھ دیا تھا۔۔۔فتوحات کے مواقع پہ ان کی برداشت اور صبر و تحمل، ان کا جذبہ جو کہ صرف اور صرف ایک نظریہ (عقیدہ توحید) کی خاطر فرزاں وکوشاں تھا نہ کہ سلطنت کے لئے۔۔۔آخر میں بس یہی کہ انسانی عظمت کے جتنے بھی معیار کھڑے کر دیئے جائیں، ہم یہ سوال پوچھنے میں حق بجانب ہوں گے: ''کیا کوئی انسان محمد ﷺ سے عظیم تر ہے؟''

ڈاکٹر ایل وی واگلیئر ی کتاب ''Apologia dell' Islamismo'' میں لکھتی ہے: ''محمد ﷺ بحثیت خدا تعالیٰ کے مذہب کے مبلّغ وداعی، اپنے ذاتی دشمنوں سے بھی عفو وکرم اور رحم دلی کا معاملہ کرتے تھے۔عدل وانصاف اور رحم دلی کی صفات، وہ دوشرافت کی صفات جو کہ ایک انسانی ذہن تصور کر سکتا ہے، ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں۔ یہ مشکل نہیں ہے کہ اس نقطے کو کئی مثالوں سے بیان کیا جائے جو کہ اُن کی سیرت کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔''

Dr. Gottlieb Wilhelm Leitner کہتا ہے: ''میں اس تقریر کا نتیجہ اس اُمید کے اظہار سے بہتر نہیں نکال سکتا کہ ایک دن آئے گا جب عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مزید معزز جانیں گے حضرت محمد ﷺ کی بھی تعزیم وتکریم کرتے ہوئے۔ اسلام اور عیسائیت کے پسِ منظر میں ایک باہمی ربط ہے اور وہ (شخص) ایک بہتر عیسائی ہے جو حضرت محمد ﷺ کی بتائی ہوئے سچّائیوں کا احترام کرتا ہے۔''(۱)

(۱) "The Islamic Review"، مئی ۱۹۶۱ء، صفحات ۶ تا ۱۰۔

عیسائیت اور اسلام کے عقائد

اکثریتِ عیسائیت مندرجہ ذیل پانچ عقائد کی حامل ہے:

۱۔ تثلیث

۲۔ الوہیتِ مسیح

۳۔ ابنیتِ مسیح

۴۔ حقیقی گناہ

۵۔ کفّارہ

اکثریتِ عیسائیت کے تین خداؤں پر ایمان رکھنے کے برخلاف اسلام میں اللہ تعالیٰ کی واحدانیت، صرف اور صرف عبادت کے لائق ذات اور واحد ذات جس سے مدد مانگی جائے ، ہر مُسلمان کا بنیادی عقیدہ ہے۔ اسلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کو شرک قرار دیتا ہے۔(۱) جیسا کہ قرآن میں فرمایا گیا ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا نہیں تھے بلکہ اُس کے نبی اور رسول تھے اور ہر نبی کی طرح ہر پہلو سے ایک انسان تھے۔ اسلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کا بیٹا ماننے کے نظریے کا بھی رد کرتا ہے اور حقیقی گناہ، نیابتی قربانی اور کفارہ جیسے عقائد بھی قبول نہیں کرتا۔

اسلام میں ایمان کے چھ بنیادی اصول مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ (کی واحدانیت) پر ایمان

۲۔ ملائکہ پر ایمان

---

(۱) وِل ڈیورینٹ (Will Durant) اپنی کتاب Story of Civilization (تہذیب کی کہانی)، جلد ۱۱، صفحہ ۲۷۶ میں کہتا ہے کہ عیسائیت نے شرک کا خاتمہ نہیں کیا بلکہ اِسے اپنایا۔ یہ (عیسائیت) پولس کی عیسائیت پر منطبق ہوتی ہے اور یہ یسوع مسیح (عیسیٰ علیہ السلام) کی سچّی اور خالص عیسائیت نہیں ہے جنہوں نے خُدائے واحد کی عبادت کی دعوت دی۔

۳۔ آسمانی کتب پر ایمان

۴۔ رسولوں پر ایمان

۵۔ یومِ آخرت پر ایمان

۶۔ تقدیر کے خیر و شر پر ایمان

تثلیث

دنیا بھر کے کثیر عیسائیوں کا عقیدہ تثلیث ہے۔اس سے مراد خدا کی صورت میں تین خدائی، مُختلف اور جدا اشخاص کا موجود ہونا ہے۔خدا باپ، خدا بیٹا اور خدا روح القدس (جبرائیل)۔جبکہ یہ حیرت انگیز بات ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی بھی تثلیث کا ذکر نہیں کیا۔انہوں نے خود تثلیث کے تین اشخاص کے بارے میں کچھ بھی نہیں کہا۔درحقیقت لفظ ''شخص'' (''Person'') بائبل میں کہیں بھی نہیں پایا جاتا۔اللہ تعالیٰ سے متعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تصور کسی بھی طرح سے گزشتہ انبیاء کے تصور سے مختلف نہیں تھا۔ان تمام نے خدا تعالیٰ کی واحدانیت کی تبلیغ کی اور کبھی تثلیث کی دعوت نہیں دی۔(۱)

---

(۱) یسعیاہ ۴۴:۲۴ کے مُطابق ''میں خُداوند سب کا خالق ہوں۔۔۔کون میرا شریک ہے؟'' یسعیاہ ۴۵:۵ کے مُطابق ''میں ہی خُداوند ہوں اور کوئی نہیں۔میرے سوا کوئی خُدا نہیں۔'' اور یسعیاہ ۴۵:۱۸ ''کیونکہ خُداوند جس نے آسمان پیدا کئے وُہی خُدا ہے۔اُسی نے زمین بنائی اور تیّار کی۔اُسی نے اُسے قائم کیا۔اُس نے اُسے عبث پیدا نہیں کیا بلکہ اُس کو آبادی کے لیئے آراستہ کیا۔وہ یُوں فرماتا ہے کہ میں خُداوند ہُوں اور میرے سِوا اور کوئی نہیں۔'' اوّل تیمتھیس ۶:۱۶ بھی خُدا تعالیٰ کے بارے میں کہتا ہے: ''بقا صرف اُس کی ہے۔'' یسعیاہ ۴۶:۹ تصدیق کرتا ہے: ''کہ میں خُدا ہوں اور کوئی دُوسرا نہیں۔میں خُدا ہوں اور کوئی دُوسرا نہیں۔'' دوسری طرف قرآن (بھی) بتاتا ہے: ﴿**اللہ ہر شے کا پیدا کرنے والا ہے، اور وہ ہر شے پر نگہبان ہے۔**﴾ (سورۃ الزمر، آیت ۶۲) ﴿**یہی اللہ تمہارا رب ہے۔اس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے، سو تم اس کی عبادت کرو، اور وہ ہر چیز کا کارساز و نگہبان ہے۔**﴾ (سورۃ الانعام، آیت ۱۰۲) ﴿**اور اُس ہمیشہ رہنے والے پر بھروسہ کر جسے موت نہیں۔**﴾ (سورۃ الفرقان، آیت ۵۸) ﴿**اس کے مثل کوئی شے نہیں اور وہ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔**﴾ (سورۃ الشوریٰ، آیت ۱۱)۔ یہ قابلِ تسلیم بات ہے کہ جو ہستی ایسی صفات رکھتی ہو صرف اُس اکیلے ہی کی عبادت کی جائے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اُس روایت کو برقرار رکھا جو اُن سے پہلے انبیاء پر نازل ہوئی تھی۔ **"اور فقیہوں میں سے ایک نے اُن کو بحث کرتے سُن کر جان لیا کہ اُس نے اُن کو خوب جواب دیا ہے۔ وہ پاس آیا اور اُس سے پوچھا کہ سب حکموں میں اوّل کون سا ہے؟ یسوع نے جواب دیا کہ اوّل یہ ہے اے اسرائیل سُن۔ خداوند ہمارا خُدا ایک ہی خداوند ہے۔ اور تُو خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل اور اپنی ساری طاقت سے محبت رکھ۔"** (مرقس ۱۲: ۲۸-۳۰)

بائبل کا ایک اور ثبوت ظاہر کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف ایک خُدا پر یقین رکھتے تھے، نہ کہ ایک میں تین خدائی اشخاص ہونے کے، جیسا کہ مندرجہ ذیل کلام میں ہے: **"تُو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اُسی کی عبادت کر۔"** (متّی ۴: ۱۰)

عقیدہ تثلیث حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے تین سو سال بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات میں داخل کیا گیا۔ چار مشہور اناجیل میں تثلیث سے متعلق کوئی حوالہ نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور نہ ہی اُن کے حواریوں نے اس عقیدے کا پُرچار کیا۔ اسی طرح (عیسائیت کے) ابتدائی عظیم علماء یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ابتدائی پیروکاروں نے کبھی اس کی تبلیغ نہیں کی۔ یہ عقیدہ نیقا کی کونسل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اُٹھائے جانے کے تین سو سال بعد عظیم نزاع و اختلافات کے بعد قائم کیا۔ کونسل نے اکثریت جو توحید کی قائل تھی کے بجائے اقلیت کی رائے کو اپنایا۔[1]

---

(۱) Ecumenical Councils کو جو اختیار دیا گیا تھا وہ اُس سے تجاوز کر گئے جیسے پہلی کونسل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو الوہیت کا درجہ دیا گیا، دوسری میں روح القدس (جبرائیل) کو بھی الوہیت کا درجہ دیا گیا۔ تیسری کونسل میں حضرت مریم علیہا السلام کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا گیا، بارہویں کونسل میں کلیسا کو گناہ بخشنے کا اختیار دیا گیا جبکہ بیسویں کونسل میں پوپ کو گناہوں سے بری قرار دیا گیا۔

انسائیکلو پیڈیا امریکانا (Encyclopedia Americana) کہتا ہے کہ تاریخ کے بہت ہی ابتدائی دور میں توحید ایک مذہبی تحریک کے طور پر شروع ہوئی۔ اور عقیدۂ تثلیث سے پہلے دسیوں سالوں تک توحید برقرار رہی۔ انسائیکلو پیڈیا یہ بھی بتاتا ہے کہ عیسائیت یہودیت کی پیداوار ہے۔۔۔ عقیدۂ تثلیث کا چوتھی صدی عیسوی میں ظہور ہوا اور اس عقیدے نے خدا تعالیٰ کے بارے میں حقیقی تصور کے حقیقی عیسائی عقیدے کا اظہار نہیں کیا بلکہ عقیدۂ تثلیث اُس بنیادی عقیدے سے انحراف پر مبنی تھا۔=

معقول سوچ کے تحت تثلیث کا تصور زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکتا۔ تثلیث کا مطلب تین خدائی اشخاص پر یقین رکھنا ہے جو یا تو فانی ہیں یا لافانی۔ اگر ہم انہیں لافانی تصور کریں تو وہ تین مختلف لافانی ہستیاں ہیں، تین مختلف قادرِ مطلق ہستیاں، اور لہٰذا (اس نظریہ کے تحت) تین الگ خُدا ہیں۔ البتہ اگر ہم انہیں فانی تصور کریں تو نہ باپ، نہ بیٹا اور نہ ہی روح القدس خدا ہو سکتے ہیں۔ واقعی تثلیث کا تصور الوہیت کو دو ''مخلوقات'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور روح القدس (جبرائیل) سے غلط منسوب کرنے کی بناء پر معرض وجود میں آیا ہے۔ عقیدہ تثلیث کے سمجھ سے بالاتر ہونے کی بناء پر کلیسا کے پادریوں کا رسمی جواب یہ ہے کہ یہ انسانی سمجھ سے بالاتر راز ہے اور اِسے سمجھنا نہیں چاہیے کہ اسے ایمان کا جُز تسلیم کر لینا ہی کافی ہے۔

اسلام اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کے صاف اور سادہ ایمان کی تبلیغ کرتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے مُنفرد ہونے کی توثیق کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ اُس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ وہ کارساز ہے۔ جس پر تمام مخلوق انحصار کرتی ہے اور وہ کسی پر انحصار نہیں کرتا۔ نہ کوئی اُس کی اولاد ہے اور نہ ہی وہ کسی کی اولاد ہے۔ کوئی اُس کے برابر ہو سکتا ہے اور نہ ہی کوئی اُس کا شریک ہو سکتا ہے۔

''میں نے جو اپنے باپ کے ہاں دیکھا ہے وہ کہتا ہوں اور تُم نے جو اپنے باپ سے سُنا ہے وہ کرتے ہو۔ اُنہوں نے جواب میں اُس سے کہا ہمارا باپ تو ابرہام (ابراہیم) ہے۔ یسوع نے اُن سے کہا اگر تم ابرہام (ابراہیم) کے فرزند ہوتے تو ابرہام (ابراہیم) کے سے کام کرتے۔ لیکن اب تم مجھ جیسے شخص[۱] کے قتل کی کوشش میں ہو جس نے تم کو وہی حق بات بتائی جو خُدا سے سُنی۔'' (یوحنا ۸: ۳۸-۴۰)

= نیو کیتھو لِک انسائیکلو پیڈیا (New Catholic Encyclopedia) کہتا ہے: ''تین اقنوم میں ایک خُدا کا تصور چوتھی صدی عیسوی کے آخر تک مسیحی زندگی اور مذہبی اعمال کا حصّہ نہ تھا۔ یہ تصور تثلیث اصول کے نام سے شروع ہوا۔ ہمیں (عیسیٰ علیہ السلام کے) حواریوں میں اِس سے ملتا جلتا کوئی تصور نہیں ملتا۔''

(۱) ''۔۔۔ کیونکہ میں انسان نہیں خُدا ہوں۔۔۔'' (ہوسیع ۱۱:۹) ''خُدا انسان نہیں۔۔۔ نہ وہ آدم زاد ہے۔۔۔'' (گنتی ۲۳:۱۹) ''میری رُوح انسان کے ساتھ ہمیشہ مُزاحمت نہ کرتی رہے گی کیونکہ وہ بھی تو بشر ہے۔۔۔'' (پیدائش ۶:۳) (نوٹ: مذکورہ فقرے میں لفظ 'شخص' انگریزی لفظ 'Man' کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ لفظ 'Person' بائبل میں کہیں نہیں پایا جاتا۔ مترجم)

''اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تُو نے بھیجا ہے جانیں۔ جو کام تو نے مجھے کرنے کو دیا تھا اس کو تمام کر کے میں نے زمین پر تیرا جلال ظاہر کیا۔'' (یوحنا ۱۷:۳-۴)

قرآنِ مجید سورۃ الاخلاص میں اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کی توثیق کرتا ہے:

﴿ کہہ دیجئے وہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہ اس نے (کسی کو) جنا اور نہ (کسی نے) اس کو جنا، اور اس کا کوئی ہمسر نہیں۔﴾

اور اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں فرمایا: ﴿اے اہلِ کتاب! اپنے دین میں غلو نہ کرو (حد سے نہ بڑھو) اور نہ کہو اللہ کے بارہ میں حق کے سوا، اس کے سوا نہیں کہ مسیح عیسیٰ علیہ السلام ابنِ مریم اللہ کے رسول ہیں اور اس کا کلمہ، جس کو مریم کی طرف ڈالا اور اس (کی طرف) سے روح ہیں، سو تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور نہ کہو (خدا) تین ہیں (اس سے) باز رہو، تمہارے لیئے بہتر ہے، اس کے سوا نہیں (بیشک) کہ اللہ معبودِ واحد ہے اور اس سے پاک ہے کہ اس کی اولاد ہو۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اس کا ہے، اور اللہ کارساز کافی ہے۔﴾ (سورۃ النساء، آیت ۱۷۱)۔

ایک دوسری سورت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿البتہ وہ لوگ کافر ہوئے جنہوں نے کہا بیشک اللہ تین میں ایک ہے۔ اور معبودِ واحد کے سوا کوئی معبود نہیں، اور اگر وہ اس سے باز نہ آئے جو وہ کہتے ہیں تو ان میں سے جنہوں نے کفر کیا انہیں ضرور دردناک عذاب پہنچے گا۔ اور وہ توبہ کیوں نہیں کرتے؟ اللہ کے آگے، اس سے (گناہوں کی بخشش کیوں) نہیں مانگتے؟ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔﴾ (سورۃ المائدہ، آیات ۷۳ تا ۷۴)

پوری بائبل میں صرف ''یوحنا کا پہلا عام خط'' کے باب ۵ کا فقرہ ۸ عقیدہءِ تثلیث کا بنیادی سبب ہے:

''اور گواہی دینے والے تین ہیں۔ باپ، بیٹا اور روح القدس اور یہ تینوں ایک ہیں۔'' البتہ یہ فقرہ مسیحی علماء کی اس دریافت کے بعد کہ King James Version اور دیگر اشاعتوں میں یہ اضافہ کیا گیا تھا New Revised Standard Version of the Bible اور دیگر بائبل کے نسخہ جات سے بھی یہ کلمات حذف کر دیئے گئے ہیں۔(۱)

(۱) مثال کے طور پر دیکھئے: The Bible in Basic English, The Darby Translation, Weymouth's New Testament, Holy Bible: Easy-to-Read Verison, Contemporary English Version, The American Standard Version, GOD's WORD Translation, The New Living Translation, The New American Standard Bible, The Revised Standard Version, World English Bible, International Standard Version, اور Hebrew Names Version of World English Bible.

الوہیتِ مسیح

کچھ عیسائی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام (یسوع مسیح) ابدی خُدا ہیں۔ تثلیث میں دوسری شخصیت جنہوں نے دو ہزار سے زائد عرصہ پہلے انسانی شکل میں ظاہر ہونا پسند کیا (بمطابق عیسائی عقیدہ) اور جن کی حضرت مریم علیہا السلام کے ہاں پیدائش ہوئی۔ جیسا کہ اناجیل میں یہ عقیدہ درج ہے، یہ عقیدہ پہلے عقیدے کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منسوب پیغام کے خلاف ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی الوہیت کا دعویٰ نہیں کیا بجائے اس کے انہوں نے صرف ایک خُدا کی الوہیت کی تصدیق کی، اپنے اردگرد کے لوگوں کو یہ کہتے ہوئے: **''یسوع نے اس سے کہا تُو مجھے کیوں نیک کہتا ہے؟ کوئی نیک نہیں مگر ایک یعنی خُدا۔''** (مرقس ۱۰:۱۸) لہٰذا، اگر عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے آپ کو ''نیک'' کہلوانے کا انکار کیا، تو کیا وہ اپنے آپ کو ''خُدا'' کہلوانا پسند کرتے؟

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام خُدا تعالیٰ کے متعلق بولے، انہوں نے خُدا تعالیٰ کا یوں ذکر کیا: ''۔۔۔ اپنے باپ اور تمہارے باپ اور اپنے خُدا اور تمہارے خُدا۔۔۔'' (یُوحنّا ۲۰:۱۷)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس نظریے کا بھی رد کیا کہ وہ اپنے بل بوتے پر کچھ کر سکتے ہیں۔ انہوں نے یہ واضح کیا کہ سب کچھ اُس خدا کی منشاء سے ہے جس نے انہیں بھیجا۔ اُن سے منقول ہے: **''میں اپنے آپ سے کُچھ نہیں کر سکتا۔[1] جیسا سُنتا ہوں عدالت کرتا ہوں اور میری عدالت راست ہے کیونکہ میں اپنی مرضی نہیں بلکہ اپنے بھیجنے والے کی مرضی چاہتا ہوں۔''** (یوحنا ۵:۳۰) دوبارہ وہ یہ واضح کرتے ہیں کہ جس پیغام کی وہ تبلیغ کر رہے ہیں وہ اُن کا اپنا نہیں بلکہ بحیثیتِ ایک نبی خُدا کی طرف سے وحی کیا جاتا ہے: **''کیونکہ میں نے کُچھ اپنی طرف سے نہیں کہا بلکہ باپ جس نے مجھے بھیجا اُسی نے مُجھ کو حکم دیا ہے کہ کیا کہُوں اور کیا بولوں۔''** (یوحنا ۱۲:۴۹) مزید، یوحنا باب نمبر ۷ کے ۱۷ اور ۱۸ نمبر

---

(۱) یہ وہ جملہ ہے جو عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے متعلق کہا جبکہ خُدا تعالیٰ کے بارے میں آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''۔۔۔ کیونکہ خُدا سے سب کچھ ہوسکتا ہے۔'' (مرقس ۱۰:۲۷)

فقروں میں درج ہے: ''اگر کوئی اُس کی مرضی پر چلنا چاہے تو وہ اِس تعلیم کی بابت جان جائے گا کہ خُدا کی طرف سے ہے یا میں اپنی طرف سے کہتا ہوں۔ جو اپنی طرف سے کُچھ کہتا ہے وہ اپنی عزّت چاہتا ہے لیکن جو اپنے بھیجنے والے کی عزت چاہتا ہے وہ سچّا ہے اور اُس میں ناراستی نہیں۔'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی واضح کیا کہ رب اُن سے بڑا ہے، یوحنا ۱۴:۲۸ کے مُطابق ''۔۔۔ میں باپ کے پاس جاتا ہوں کیونکہ باپ مُجھ سے بڑا ہے۔''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صرف اللہ تعالیٰ، جس نے اُنہیں بھیجا، کی رضا حاصل کرنے کے لیئے کام کیئے۔ اُن کے بقول: ''اور جس نے مجھے بھیجا وہ میرے ساتھ ہے۔ اُس نے مجھے اکیلا نہیں چھوڑا کیونکہ میں ہمیشہ وُہی کام کرتا ہوں جو اُسے پسند آتے ہیں۔ جب وہ یہ باتیں کہہ رہا تھا تو بہتیرے اُس پر ایمان لائے۔'' (یوحنا ۸:۲۹-۳۰) لوقا ۴:۴۳ کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام خُدا کی بادشاہت کی تبلیغ کرنے کے لیئے آئے: ''اُس نے اُن سے کہا مجھے اور شہروں میں بھی خُدا کی بادشاہی کی خُوشخبری سُنانا ضرور ہے کیونکہ میں اِسی لیئے بھیجا گیا ہوں۔''

مزید یہ کہ بقول حضرت عیسیٰ علیہ السلام خُدا تعالیٰ کے احکامات پر عمل پیرا ہونے والوں کے لیئے ہی آسمان کی بادشاہی میں داخل ہونے کی اجازت ہے: ''جو مُجھ سے اے خداوند اے خداوند کہتے ہیں اُن میں سے ہر ایک آسمان کی بادشاہی میں داخل نہ ہوگا مگر وُہی جو میرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلتا ہے۔''[۱] (متّی ۷:۲۱) وہ دوبارہ کہتے ہیں: ''کیونکہ جو کوئی خُدا کی مرضی پر چلے وُہی میرا بھائی اور میری بہن اور ماں ہے۔''[۲] (مرقس ۳:۳۵)

---

(۱) لفظ ''ربّی'' کا انگریزی ترجمہ ''Lord'' کیا جاتا ہے جس کا مطلب ہے ''Master''۔ (درحقیقت لفظ ''رب'' کا انگریزی میں ترجمہ ''Lord'' غلط ہے جسے کے معنیٰ 'Master'، 'Chief'، 'Propreitor'، یا 'Ruler' تک محدود ہیں۔ یہ الفاظ کبھی بھی لفظ 'رب' کا مُتبادل نہیں ہوسکتے۔ (بحوالہ 'Common Mistakes in Translation' مصنف شیخ محمود مُراد) یہاں انگریزی بائبل کے الفاظ 'Lord, Lord' کا اردو زبان میں ترجمہ 'اے خُداوند، اے خُداوند' کیا گیا ہے۔ مُترجم)

(۲) متّی ۱۲:۵۰ میں ہم پڑھتے ہیں: ''کیونکہ جو کوئی میرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلے وُہی میرا بھائی اور میری بہن اور میری ماں ہے۔'' متّی نے مذہبی مقصد کے لیئے لفظ ''خُدا'' کو لفظ ''باپ'' سے بدل ڈالا۔ کسمان (Kisman) نے کہا کہ لوقا اور متّی دونوں نے قصداً مذہبی مقاصد کے لیئے مرقس کے متن میں سینکڑوں مرتبہ تبدیلیاں کیں۔

مرقس ۱۳:۳۲ کے مطابق، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے قیامت کے متعلق علم ہونے کا بھی انکار کیا یہ کہتے ہوئے:

"۔۔۔لیکن اُس دن یا اُس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا۔ نہ آسمان کے فرشتے نہ بیٹا مگر باپ۔"

لوقا ۱۳:۳۳-۳۴ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے آپ کو ایک نبی کے طور پر بیان کرتے ہیں: **"مگر مجھے آج اور کل اور پرسوں اپنی راہ پر چلنا ضرور ہے کیونکہ ممکن نہیں کہ نبی یروشلم سے باہر ہلاک ہو۔ اے یروشلم! تُو جو نبیوں کو قتل کرتی ہے اور جو تیرے پاس بھیجے گئے اُنکو سنگسار کرتی ہے۔۔۔۔"**

بائبل میں درج شدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یہ الفاظ واضح کرتے ہیں کہ وہ، خُدا سے تعلق میں، دوسرے کسی بھی انسان کی طرح ہیں۔ وہ خالق نہیں تھے بلکہ آدم علیہ السلام کی طرح ایک مخلوق تھے۔ وہ خُدا سے دُعا مانگتے تھے (مرقس ۱:۳۵، مرقس ۱۴:۳۵ اور لوقا ۵:۱۶) جس سے یہ یقینی نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ وہ ایک نبی تھے اور خدا نہیں تھے کیونکہ خُدا کسی سے دُعا نہیں مانگتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خُدا تعالیٰ کی حمد بھی بیان کیا کرتے تھے، جیسا کہ متّی ۱۱:۲۵ سے صاف ظاہر ہے: **"اُس وقت یسوع نے کہا اے باپ آسمان اور زمین کے خُداوند میں تیری حمد کرتا ہوں۔"**

الوہیتِ مسیح کا عقیدہ اناجیل میں درج شدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اقوال سے مطابقت نہیں رکھتا۔ عقیدہ تثلیث کی طرح یہ عقیدہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اُٹھائے جانے کے بعد گھڑا گیا۔ یہ عقیدہ شرک (جو کہ زمانہ میں رائج تھا اور رائج ہے) سے عیسائیت میں داخل ہوا۔ عیسائیت سے پہلے کے مذاہب میں دیوتاؤں کے علم میں یہ دیکھا جا سکتا ہے کہ کیسے کچھ ہیرو خُدا کا درجہ دیئے گئے۔ جیسا کہ ہندوؤں نے کرشنا، بدھ مت کے پیروکاروں نے بدھ مت، فارسیوں نے متھرا، قدیم مصریوں نے Osiris، یونانیوں نے Bacchus، بابل والوں نے بعل اور شام والوں نے Adonis کے بارے میں کہا، ویسا ہی عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا۔ دوسری طرف، اسلام الوہیت کے اس عقیدے اور خدا تعالیٰ کا اپنی مخلوق میں سے کسی میں حلول ہونے یا مُشترک ہونے کا رد کرتا ہے اور اپنے پیروکاروں کو ایسی واہیات سے مبراء کرتا ہے۔

اسلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا کسی اور انسان کے خُدا ہونے کا پرزور رد کرتا ہے۔ اسلام اس نظریئے کا بھی رد کرتا ہے کہ خدا کسی مخلوق میں حلول کر سکتا ہے یا اپنی مخلوق میں کسی سے مُشترک ہو سکتا ہے۔ قرآنِ مجید کی سورت نمبر ۵ کی

آیت ۷۵ ہمیں بتاتی ہے کہ سابقہ رسولوں کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی خُدا کے ایک رسول تھے اور یہ کہ وہ اور اُن کی صدیقہ (سچی، ولی) ماں (مریم) **''کھانا کھاتے تھے''**۔ نکتہ یہ ہے کہ جو کوئی کھانا کھاتا ہے وہ خُدا نہیں ہوسکتا، اگرچہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت محمد ﷺ، یا کوئی اور نبی یا رسول ہی کیوں نہ ہو کیونکہ کھانا کھانا بیرونی عناصر کی ضرورت اور اُن پر انحصار ظاہر کرتا ہے اور خدا کو نہ کسی کی ضرورت ہے نہ وہ کسی پر انحصار کرتا ہے۔ مزید یہ کہ کھانے کے بعد جسم کے نظامِ انہضام میں عمل شروع ہوتا ہے اور پاخانہ کی حاجت محسوس ہوتی ہے۔ ایسی ضروریات وحاجات خدا تعالیٰ کی ذات کو زیب نہیں دیتیں (وہ اُن سے پاک ہے)۔

بہت سی اقوام، قطعِ نظر اس سے کہ وہ کتنی تنگ نظر وفرسودہ تھیں، اس سوچ کا انکار کرتی ہیں کہ خدا کا رسول ایک ایسا انسان ہوسکتا ہے جو عام انسانوں کی طرح ''کھانا کھاتا ہے''۔

اس نکتہِ نظر کے تحت بہت سے لوگوں نے انبیاء ورُسل کا انکار کیا۔ قرآن بتاتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے اُن کے بارے میں کہا: ﴿ **یہ نہیں ہے مگر تم جیسا ایک بشر ہے، وہ اسی میں سے کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو، اور اسی میں سے پیتا ہے جو تم پیتے ہو۔** ﴾ (سورۃ المؤمنون، آیت ۳۳) قرآن عربوں کا ذکر کرتا ہے جن میں حضرت محمد ﷺ کا ظہور ہوا: ﴿ **اور انہوں نے کہا کیسا ہے یہ رسول! (جو) کھانا کھاتا ہے، اور چلتا پھرتا ہے بازاروں میں؟** ﴾ (سورۃ الفرقان، آیت ۷) جو لوگ عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے قائل ہیں وہ خُدا تعالیٰ کی تحقیر کرنے کی بدولت ایک بالکل نئی سطح کی طرف رُخ موڑ لیتے ہیں اور اُسے ایک انسان تصّور کرتے ہیں جو کہ کھانا کھاتا ہے۔

قرآن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کا رد کرتا ہے۔ اللہ کہتا ہے: ﴿ **بیشک وہ کافر ہوئے جنھوں نے کہا تحقیق اللہ وہی ہے مسیح علیہ السلام ابنِ مریم، اور مسیح علیہ السلام نے کہا اے بنی اسرائیل! اللہ کی عبادت کرو جو میرا (بھی) رب ہے اور تمھارا (بھی) رب ہے، بیشک جو اللہ کا شریک ٹھہرائے تو تحقیق اللہ نے اس پر جنّت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور ظالموں کے لیئے کوئی مددگار نہیں۔** ﴾ (سورۃ المائدہ، آیت ۷۲)

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی نازل کیا: ﴿ **بیشک اللہ کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام کی مثال آدم علیہ السلام جیسی ہے، اسے مٹی سے**

پیدا کیا، پھر کہا اس کو "ہو جا" تو وہ ہو گیا۔﴾[1] (سورۃ آلِ عمران، آیت ۵۹)

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں عیسیٰ علیہ السلام کو بطورِ نبی ذکر کیا ہے اور انہیں دیگر انبیاء کی طرح پاک و پرہیز گار بتلایا ہے، مگر انہیں ہمیشہ انسان کے طور پر ذکر کیا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿**بیشک میں اللہ کا بندہ ہوں، اُس نے مجھے کتاب دی، اور مجھے نبی بنایا ہے۔**﴾ (سورۃ مریم، آیت ۳۰)

(بائبل میں) اعمال ۳:۱۳ بھی یہی درج کرتا ہے: "ابرہام (ابراہیم) اور اضحاق (اسحاق) اور یعقوب کے خُدا یعنی ہمارے باپ دادا کے خُدا نے اپنے خادم یسوع کو جلال دیا۔"

مندرجہ بالا حقائق سے یہ واضح ہے کہ صرف دینِ اسلام ہی الوہیتِ مسیح کا انکار نہیں کرتا بلکہ بائبل کا متن بھی یہی بیان کرتا ہے۔

"کریڈو" (Credo) نامی ایک برطانوی ٹیلی ویژن شو کے ایک حق رائے دہی کے پروگرام میں Anglican چرچ کے ۳۱ (اکتیس) میں سے ۱۹ (اُنیس) پادریوں نے یہ کہا کہ عیسائیوں کے لیئے اِس پر ایمان رکھنا لازم نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام خُدا تھے۔[2]

---

(۱) حتّٰی کہ ملکِ صدق کے بارے میں بھی بائبل کہتی ہے: "یہ بے باپ بے ماں بے نسب نامہ ہے۔ نہ اُس کی عُمر کا شروع نہ زِندگی کا آخر بلکہ خُدا کے بیٹے کے مُشابہ ٹھہرا۔" (عِبرانیوں ۷:۳) مگر کسی نے اُن کی الوہیت کا دعویٰ نہیں کیا۔

(۲) ڈیلی نیوز (Daily News) ۲۵ جون ۱۹۸۴ء

ابنیتِ مسیح

موخر الذکر عقائد کی طرح یہ عقیدہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات اور اقوال سے مطابقت نہیں رکھتا۔ بائبل میں یہ الفاظ ''خُدا کا بیٹا'' حضرت آدم علیہ السلام کے لیئے (بھی) استعمال کیئے گئے ہیں (لوقا ۳:۳۸) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے کے کئی انبیاء کے لیئے بھی یہ الفاظ استعمال کیئے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر، اسرائیل (یعقوب علیہ السلام) کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک کتاب (عہد نامہِ قدیم کے ایک حصّے) میں **''خُدا کا بیٹا''** کہا گیا ہے:

''تب تم فرعون سے کہنا: خُداوند کہتا ہے اسرائیل میرا پہلوٹھا بیٹا ہے۔'' (خروج ۴:۲۲-۲۳)

زبور میں داوٗد علیہ السلام کو بھی یہی خطاب دیا گیا ہے: **''اب میں خداوند کے اُس فرمان کو تجھے بتاتا ہوں۔ خداوند نے مجھ سے کہا تھا، آج میں تیرا باپ بنتا ہوں اور تو آج میرا بیٹا بن گیا ہے۔''** (زبور ۲:۷) اسی طرح اوّل تواریخ ۲۲:۱۰ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کو خُدا کا بیٹا کہا گیا ہے: **''وہ میرے نام کے لئے ایک ہیکل بنائے گا۔ اور وہ میرا بیٹا اور میں اُس کا باپ ہوں گا۔ میں اسرائیل پر اُس کی حکومت ہمیشہ کے لئے قائم کروں گا۔''**

مندرجہ بالا اور بائبل کے دیگر فقروں سے یہ بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ لفظ ''بیٹا'' کے حقیقی معنی خُدا تعالیٰ سے محبت میں قرب حاصل کرنے کے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے مندرجہ ذیل فقروں میں فرمایا: **''اپنے دشمنوں سے محبت رکھو ۔۔۔ تاکہ تُم اپنے باپ کے جو آسمان پر ہے بیٹے ٹھہرو۔''** (متّی ۵:۴۴-۴۵) **''مُبارک ہیں وہ جو صُلح کراتے ہیں کیونکہ وہ خدا کے بیٹے کہلائیں گے۔''** (متّی ۵:۹)

مندرجہ بالا اقوال کے تجزیئے سے عیسیٰ علیہ السلام کے اِس لفظ ''بیٹا'' کے (حقیقی) معنی سے متعلق کوئی شک وشبہ نہیں رہتا۔ لہٰذا، اس پسِ منظر میں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کا بیٹا قرار دینے کا کوئی جواز پیدا نہیں ہوتا جیسا کہ عیسائی، بغیر کسی شریک کے اور انفرادی طور پر (صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خُدا کا بیٹا) قرار دیتے ہیں۔

جب عیسیٰ علیہ السلام نے ''خُدا کا بیٹا'' الفاظ استعمال کیئے اِن کا مطلب تب بھی بالکل وہی تھا جبکہ یہ آدم علیہ السلام، اسرائیل (یعقوب علیہ السلام)، داود علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کے لیئے استعمال ہوئے۔ بائبل میں عیسیٰ علیہ السلام کو ''۱۳'' مرتبہ

خُدا کا بیٹا کہا گیا جبکہ ان کے لیئے ''۸۳'' مرتبہ الفاظ ''Son of Man'' استعمال ہوئے۔

قرآنِ مجید سورۃ البقرہ کی آیت ۱۱۶ میں ''ابنیتِ مسیح'' کے عقیدے کا پرزور انداز میں رد کرتا ہے اور حتمی فیصلہ سُناتا ہے: ﴿**اور انہوں نے کہا اللہ نے بیٹا بنالیا ہے، وہ پاک ہے، بلکہ اسی کے لیئے ہے جو آسمانوں میں اور زمین میں ہے، سب اسی کے زیرِ فرمان ہیں۔**﴾

مزید برآں، خُدا تعالیٰ کو ایک بیٹا تجویز کرنا خُدا تعالیٰ کی ذات کے کامل ہونے کا کھلم کھلا انکار اور نفی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اُسے اپنے ساتھ کسی اور ہستی کی ضرورت پیش ہے۔

حقیقی گناہ اور کفّارہ

حقیقی گناہ کے عقیدے کی وضاحت کے مُطابق، آدم علیہ السلام نے گناہ کیا جب انہوں نے شجرِ ممنوعہ کا پھل کھانے سے اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی کی۔ (نیکی اور بدی کی جانکاری دینے والا درخت جیسا کہ پیدائش ۲:۱۷ میں بیان کیا گیا ہے[۱])۔

نتیجۃً اور عیسائیت کے مطابق اولادِ آدم بھی آدم علیہ السلام کے اس گناہ کی حامل ہے، یعنی تمام انسان اس حقیقی گناہ کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں۔ اور عیسائیت کے مطابق، اللہ تعالیٰ کے عدل کو پورا کرنے کے لیئے ہر سرزد گناہ کی قیمت چکانا لازم ہے۔

دوسرے الفاظ میں، خدا کسی بھی گناہ کو بغیر بدلہ کے معاف نہیں کرے گا حتّٰی کہ ایک ادنیٰ درجہ کے صغیرہ گناہ کو بھی معاف نہیں کرسکتا۔ لہٰذا، واحد چیز جو گناہوں کو مٹاسکتی ہے وہ خون کا بہانا ہے۔ پولس کے مطابق ''**بغیر خون بہائے معافی نہیں ہوتی۔**''[۲] (عبرانی ۹:۲۲) مگر یہ خون لازماً بے عیب، بے گناہ اور غیر فسادی ہونا چاہیے۔ اس لیئے،

---

(۱) یہاں یہ پوچھا جاسکتا ہے: اعمال کے بدلے آدم علیہ السلام کو کیسے سزا ہوگی جبکہ وہ درست اور غلط کو نہیں جانتے تھے؟

(۲) یہ فقرہ بائبل کے دیگر فقروں سے اختلاف رکھتا ہے جو یہ بتاتے ہیں کہ آٹا دینے سے بھی گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے جیسا کہ احبار ۵:۱۱ میں درج ہے، یا دولت نذر کرنے سے جیسا کہ خروج ۳۰:۱۵ میں درج ہے۔ یا ''سونے کے زیور اور پازیب اور کنگن اور انگوٹھیاں اور مُندرے اور بازُوبند'' سے جیسا کہ گنتی ۳۱:۵۰ میں درج ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جنہیں خُدا کا بیٹا ہونے کا الزام دیا گیا، نے اپنا بے گناہ خون بہایا، نا قابلِ بیان روحانی اذیت سہی اور لوگوں کے گناہوں کی پاداش میں وفات پائی۔ چونکہ وہ غیر محدود خدا تھے اس لیئے وہ اکیلے غیر محدود گناہوں کی قیمت چُکا سکتے تھے۔ اس لیئے، کوئی بھی محفوظ نہیں رہ سکتا جب تک کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنا ذاتی نجات دہندہ نہ مان لے۔[1]

مزید یہ کہ ہر کوئی اپنی پیدائشی گنہگار فطرت کی وجہ سے ہمیشہ کے لیئے جہنم کی آگ میں جلے گا اگر وہ یہ قبول نہ کرے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خون اُس کے گناہوں کا کفّارہ ہے۔

یہ عقیدہ تین (۳) حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

حصّہ اول: حقیقی گناہ

حصّہ دوم: اس پر ایمان کہ اللہ تعالیٰ کا عدل یہ تقاضا کرتا ہے کہ خون کے ذریعے گناہ کے بدل میں قیمت چکائی جائے۔

حصہ سوم: اس پر ایمان کہ صلیب پر وفات سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کے گناہوں کی قیمت چکا دی ہے اور یہ کہ نجات صرف انہیں کے لیئے ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نیابتی قربانی پر یقین رکھتے ہیں۔[2]

حصّہ اوّل:

ڈی گروٹ کتاب ''کیتھولک تعلیمات (Catholic Teaching)'' کے صفحہ نمبر ۱۴۰ پر لکھتا ہے: ''کتاب (انجیل) ہمیں سکھاتی ہے کہ آدم (علیہ السلام) کا گناہ ہر شخص کو منتقل ہوا (سوائے حضرت مریم علیہا السلام کے)۔ جیسا کہ سینٹ پال (پولس) کے الفاظ ہیں: **''غرض جیسا ایک (حضرت آدم علیہ السلام کے) قصور کے سبب سے وہ فیصلہ ہوا جس کا نتیجہ سب آدمیوں کی سزا کا حکم تھا ویسا ہی راستبازی کے ایک کام کے وسیلہ سے سب آدمیوں کو وہ نعمت ملی جس سے راستباز**

---

(۱) فقرہ یسعیاہ ۴۳:۱۱ بتا تا ہے: ''میں خود ہی خداوند ہوں میرے سوا تجھے کوئی بچانے والا (منجّی) نہیں ہے۔'' یہ فقرہ واضح طور پر بتا تا ہے کہ صرف خُدا (اللہ تعالیٰ) ہی نجات دہندہ ہے۔

(۲) اگر عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے پر ایمان رکھنا ہی آپ علیہ السلام کے زمانے کے اور بعد کے زمانے کے لوگوں کے لیئے واحد راہِ نجات ہے تو اُن گنہگاروں کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا جو آپ علیہ السلام کے زمانے سے پہلے وفات پا گئے اور جنہیں آپ علیہ السلام کو جاننے یا آپ علیہ السلام کے مصلوب ہونے پر ایمان رکھنے کا موقع ہی نہ ملا؟

ٹھہر کر زندگی پائیں۔'' (رومیوں ۵:۱۸-۱۹)۔ یہ الفاظ صاف ظاہر کرتے ہیں کہ تمام بنی آدم کو حضرت آدم علیہ السلام کا گناہ منتقل ہوا۔ دوسرے کئی عیسائی عقائد کی طرح ''منتقل شدہ گناہ'' کے عقیدے کا بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا گزشتہ انبیاء کے اقوال سے کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ انہوں نے یہ تعلیم دی کہ ہر آدمی سے اُس کے اپنے اعمال کا حساب ہوگا۔ والدین کے گناہوں کی وجہ سے اولاد کو سزا نہیں دی جائے گی۔

کوئی شخص گنہگار نہیں پیدا ہوتا۔ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بچوں کو معصوم اور بے گناہ قرار دیا وہ گناہ کے ساتھ پیدا نہیں ہوتے۔ اُن کے مندرجہ ذیل فرمان سے یہ واضح ہے: **''یسوع یہ دیکھ کر خفا ہوا اور اُن سے کہا بچوں کو میرے پاس آنے دو۔ اُن کو منع نہ کرو کیونکہ خدا کی بادشاہی ایسوں ہی کی ہے۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو کوئی خدا کی بادشاہی کو بچے کی طرح قبول نہ کرے وہ اُس میں ہرگز داخل نہ ہوگا۔'' (مرقس ۱۰:۱۴-۱۵)**

عقل اور سمجھ بُوجھ سے کام لیتے ہوئے معقول اور قابلِ تسلیم بات یہ ہے کہ یہ ناانصافی کی بالائی حد ہوگی کہ ہزاروں سال پہلے ہمارے اوّل والدین سے جو خطا سرزد ہوئی تھی اُس کا ذمہ دار تمام نسلِ انسانی کو ٹھہرایا جائے۔ چونکہ گناہ اللہ تعالیٰ کے قانون یا غلط درست کے قانون سے بارضا ورغبت (بہوش وحواس اور جانتے بوجھتے ہوئے) انحراف کیئے جانے کا نام ہے اس لیئے اس کی ذمہ داری یا الزام اُس کے سرزد کرنے والے پر ہے اور اُس کی اولاد پر نہیں ہے۔ یہ بے حد ناانصافی ہے کہ آدمی کو پیدائشی گنہگار سمجھا جائے۔ ''منتقل شدہ گناہ'' جیسے عقیدے پر یقین رکھنے سے ایک شخص کتنا بے عقل اور سخت دل بن سکتا ہے جیسا کہ ''سینٹ آگسٹائین'' (Saint Augustine) کی مذہبی کہاوت سے واضح ہے۔ اُس کے مطابق، تمام شیر خوار بچے جن کی بپتسمہ نہیں ہوئی، کا انجام جہنم کی آگ میں ہمیشہ کے لیئے جلنا ہے۔ ابھی تک ایسے بچے عیسائیوں کے قبرستان میں دفن نہیں کیئے جاتے تھے کیونکہ (بمطابق عیسائی عقیدہ) وہ ''حقیقی گناہ'' میں فوت ہوئے (یعنی اس منتقل شدہ گناہ کے کفارے سے پہلے ہی وفات پا گئے)۔

اسلام ''حقیقی گناہ'' کے عقیدے کا رد کرتا ہے اور بچوں کو بوقتِ پیدائش پاک اور بے گناہ تصور کرتا ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ گناہ منتقل نہیں ہوتا بلکہ انسان گناہ کرتا ہے جب وہ ایسا کام کرتا ہے جو اُسے ہرگز نہیں کرنا چاہیے (یعنی حرام کام) یا وہ کام نہیں کرتا جو اُسے لازماً کرنا ہے (یعنی فرض، واجب، وغیرہ)۔

حصّہ دوم:

دوسرا حصّہ عیسائی عقیدے کا کفّارہ سے متعلق ہے اور وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا عدل یہ تقاضا کرتا ہے کہ انسان کے حقیقی گناہ اور دُوسرے گناہوں کی قیمت ادا کی جائے۔ اگر خدا ایک گنہگار کو بغیر سزا کے معاف کرے تو یہ اُس کے عدل کا انکار ہوگا۔ ریورنڈ ڈبلیو گولڈ سیک (''کفّارہ (Atonement)'' صفحہ ۵) اِس سے متعلّق لکھتا ہے: ''یہ ہر اِک کو روزِ روشن کی طرح عیاں ہونا چاہیے کہ خدا اپنا قانون نہیں توڑ سکتا: وہ ایک گنہگار کو بغیر مناسب سزا دیئے مُعاف نہیں کرسکتا۔ کیونکہ اگر اُس نے ایسا کیا ہوتا تو کون اُسے ''عادل'' اور ''برابری کرنے والا'' کہتا۔''

یہ نقطہ نظر خُدا تعالیٰ کے عدل کو مکمل طور پر نظر انداز کرتا ہے۔ خُدا صرف ایک قاضی یا بادشاہ نہیں ہے۔ وہ ایسا ہے جیسا کہ قرآن بیان کرتا ہے: ﴿ الرّحمٰن الرّحيم ۝ ملك يوم الدّين ۝ ﴾ (ترجمہ: **بہت مہربان، رحم کرنے والا ہے۔ بدلہ کے دن کا مالک ہے۔**) وہ نہ صرف عادل ہے بلکہ غفور الرّحیم ہے، ﴿ **۔۔۔ اللہ تمہیں بخشے، وہ سب سے زیادہ مہربان ہے مہربانی کرنے والوں سے۔** ﴾ (سورۃ یوسف، آیت ۹۲)

اگر آدمی مُخلصانہ توبہ کرے اور گناہ سے بچ کر رہنے کا پختہ عزم کرے تو خدا تعالیٰ اُس کی تمام غلطیوں اور گناہوں کو معاف کرسکتا ہے۔ بالآخر سزا کا واحد مقصد برائی کو روکنا ہے اور گنہگار کی اصلاح کرنا ہے۔ اگر ایک شخص توبہ کر چکا ہے اور اپنی اصلاح کر چکا ہے تو اسے گزشتہ گناہوں کی سزا دینا انتقام کی نشانی ہے نہ کہ عدل کی۔ مزید برآں، ایک شخص کو سزا دینے کے بعد یا حتٰی کہ کسی اور کو (اُس کے بدلے) سزا دینے کے بعد اُسے معافی دینا تصورات کے کسی بھی زاویئے سے معافی تصوّر نہیں کی جاسکتی۔

جس خدا کی ہم عبادت کرتے ہیں وہ رحیم خدا ہے۔ اگر وہ ایک قانون وضع کرتا اور اُس پر عمل کی تعمیل چاہتا ہے تو یہ اُس کے اپنے فائدے کے لیئے نہیں ہے بلکہ انسانیت کے نفع کے لیئے ہے۔ اور اگر وہ ایک شخص کو اس کی غلطیوں اور گناہوں کی وجہ سے سزا دیتا ہے تو یہ اُس کی اپنی اطمینانیت یا معاوضہ کے لیئے نہیں ہے جیسا کہ عیسائی عقیدہ دعوٰی کرتا ہے بلکہ یہ اس لیئے ہے کہ برائی کو ختم کیا جائے اور گنہگار کو پاک کیا جائے۔ جو اپنے گناہوں سے توبہ کر لیتے ہیں اور اپنی اصلاح کر لیتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں یا اُن کی طرف سے کسی اور شخص کو سزا دیئے بغیر اُن کی غلطیوں اور گناہوں کو معاف فرما

دیتا ہے اور اِس کا خدا تعالیٰ کے عدل سے کوئی ٹکراؤ نہیں۔ اس لیئے اللہ تعالیٰ کہتا ہے: ﴿۔۔۔**تمہارے رب نے اپنے آپ پر رحمت لکھ لی (لازم کرلی) ہے کہ تم میں جوکوئی بُرائی کرے نادانی سے پھر اس کے بعد توبہ کرلے اور نیک ہوجائے تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔**﴾ (سورۃ الانعام، آیت ۵۴)

حصّہ سوم:

کفّارہ سے متعلق عیسائی عقیدے کا تیسرا حصّہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے Calvary کی صلیب پر وفات سے انسانوں کے حقیقی گناہ اور دوسرے گناہوں کی قیمت ادا کردی ہے۔ اور یہ کہ اُن کے خون کو حفاظتی طاقت تصّور کیئے بغیر نجات حاصل نہیں کی جا سکتی۔ جے ایف ڈی گروٹ (کیتھولک تعلیمات صفحہ ۱۶۲) پر لکھتا ہے: ''چونکہ مسیح، خدائی مجسم، نے ہمارے گناہ اپنے سر لے لیئے تاکہ اللہ کے عدل کے تقاضے کو اطمینانیت بخشنے کے لیئے اُن (گناہوں) کی تلافی کریں۔ وہ خدا اور آدمی کے درمیان سفارشی ہیں۔'' یہ عقیدہ نہ صرف خدا کی رحمت بلکہ اُس کے عدل کا بھی انکار کرتا ہے۔[1]

آدمی کے گناہوں کی معافی کے لیئے خون کو بطورِ قیمت طلب کرنا مکمل طور پر رحم سے عاری ہونا ظاہر کرتا ہے۔ اور ایک آدمی کو سزا دینا جو دوسروں کے گناہوں کا ذمہ دار نہیں ہے، قطع نظر اس سے کہ وہ اس پر رضامند ہے بھی یا نہیں (کہ سزا قبول کرے)، انتہا درجے کی ناانصافی ہے۔ بہت سے تردیدی بیانات موجود ہیں جو کفّارہ اور سولی دیئے جانے پر ایمان کے باطل ہونے کی تصدیق کرتے ہیں۔ اُن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) اس نقطے پر یہ لازماً پوچھا جانا چاہیئے: کیا آدم علیہ السلام کی ندامت، خدا تعالیٰ سے سچی توبہ، آپ علیہ السلام کا جنّت سے نکالا جانا، آنسو بہانا اور خدا تعالیٰ کے لیئے دیگر کئی قربانیاں دینا نجات کے لیئے کافی قیمت نہیں؟ ؟ اُن گناہوں کا کیا ہوگا جو آدم علیہ السلام کے سرزد گناہ سے کئی گنا زیادہ وحشت ناک ہیں؟ اور نجات کا یہ راز کیسے دیگر تمام انبیاء سے پوشیدہ رہا جسے صرف بعد میں کلیسا نے دریافت کیا؟

اولاً:

حقیقی گناہ کے کفّارے کے لیئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر سولی دیئے جانے کے عقیدے کی بنیاد غلط ہے اور جس بھی چیز کی بنیاد غلط ہو وہ بذاتِ خود غلط ہوتی ہے۔ یہ تصوّر کہ آدم علیہ السلام کا گناہ اُن کی نسل میں منتقل ہوا تورات کی آیات کی مُخالفت کرتا ہے جسے، بائبل کے مطابق ، عیسیٰ علیہ السلام منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آئے تھے۔ استثناء ۲۴:۱۶ میں بھی ہم پڑھتے ہیں: ''بچّوں کے کیئے گئے کسی گناہ کے لئے والدین کو موت کی سزا نہیں دی جاسکتی اور بچّے کو والدین کے گناہ کے لئے موت کی سزا نہیں دی جاسکتی۔ کسی شخص کو صرف اُس کے گناہ کے لئے ہی موت کی سزا دی جاسکتی ہے۔'' حزقی ایل ۱۸:۲۰ میں بھی ہم یہ لکھا ہوا پاتے ہیں: ''جو شخص گناہ کرتا ہے وہی شخص مارڈالا جاتا ہے۔ ایک بیٹا اپنے باپ کے گناہوں کے لئے سزایاب نہیں ہوگا اور ایک باپ اپنے بیٹے کے گناہوں کے لئے سزایاب نہیں ہوگا۔'' خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی یہی فرمان ہے، متّی ۱۶:۲۷ کے مطابق: ''اُس وقت ہر ایک کو اُس کے کاموں کے مطابق بدلہ دے گا۔'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمان قرآنِ مجید سے مُتفق ہے: ﴿ **کوئی بوجھ اُٹھانے والا نہیں اٹھاتا کسی دوسرے کا بوجھ۔ اور یہ کہ کسی انسان کے لیئے نہیں (کسی کو نہیں ملتا) مگر اسی قدر جتنی اس نے سعی کی، اور یہ کہ اس کی سعی عنقریب دیکھی جائے گی۔** ﴾ (سورۃ النجم، آیات ۳۸ تا ۴۰)

ثانیاً:

پیدائش ۵:۵ کے مُطابق، ہمارے والد آدم علیہ السلام، شجرِ ممنوعہ سے کھانے کے بعد اپنی زوجہ (حوا) کے ساتھ نوسو تیس (۹۳۰) سال تک رہے۔ یہ بیان پیدائش ۲:۱۷ کی غلط بیانی ثابت کرتا ہے جس میں درج ہے: ''۔۔۔ **اگر کسی وجہ سے تُو اُس درخت کا پھل کھائے گا تو تُو مر جائے گا۔**'' کیونکہ ایسا نہیں ہوا۔ یہ بیان یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ آدم علیہ السلام نے اپنی خطا سے توبہ کی اور معافی مانگی اور خدا تعالیٰ نے انہیں معاف کردیا۔ حزقی ایل ۱۸:۲۱-۲۲ میں درج ہے:

''ان حالات میں اگر کوئی بُرا شخص[1] اپنی زندگی تبدیل کرتا ہے تو وہ یقیناً زندہ رہے گا۔ اور وہ مرے گا نہیں۔ وہ اپنے

---

(۱) اگر یہ معاملہ بُرے اعمال کرنے والے کے ساتھ ہے تو گناہ سرزد ہوجانے والے نیکوکار، مثال کے طور پر آدم علیہ السلام، کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟ یقیناً انہیں معافی دی جائے گی کیونکہ اُنہوں نے توبہ کی۔

کیئے گناہوں کو پھر کرنا چھوڑ سکتا ہے۔ وہ بہت احتیاط سے میرے سبھی احکام پر چلنا شروع کر سکتا ہے۔ وہ منصف اور بھلا ہو سکتا ہے۔ خُدا اُس کے ان سبھی گناہوں کو یاد نہیں رکھے گا جو اُس نے کیئے۔ خُدا صرف اُس کی بھلائی کو یاد کرے گا۔ اس لئے وہ شخص زندہ رہے گا۔" چونکہ آدم علیہ السلام اور اُن کی زوجہ "زندہ رہے" اِس لیئے لازماً انہوں نے ایسا کیا ہوگا "تمام گناہوں سے توبہ کر لی جو انہوں نے کیئے تھے"۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ گناہ منتقل شدہ نہیں تھا اور اسی لیئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کسی کے بھی گناہوں کے لیئے مرنے کی توجیہ پیش نہ تھی۔ یہ مُکمل طور پر قرآنِ مجید کے مطابق ہے:

﴿۔۔۔اور آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو وہ بہک گیا۔ پھر اس کے رب نے اسے رحمت سے چُن لیا، پھر اس پر (رحمت سے) توجّہ فرمائی (توبہ قبول کی) اور اسے راہ دکھائی۔﴾ (سورت نمبر ۲۰ آیات ۱۲۱ تا ۱۲۲)

ثالثاً:

بائبل کے مطابق یہ کہنا درست نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی رضا و رغبت سے آدمیوں کے گناہوں کے لیئے فوت ہونے آئے تھے۔ ہم بائبل میں پڑھتے ہیں کہ وہ صلیب پر مرنا نہیں چاہتے تھے۔ کیونکہ جب انہیں معلوم ہوا کہ اُن کے دشمن اُن کی زندگی کے خلاف چالیں چل رہے ہیں، اُنہوں نے یہ واضح کیا "میری جان نہایت غمگین ہے۔ یہاں تک کہ مرنے کی نوبت پہُنچ گئی ہے۔" (مرقس ۱۴:۳۴) اُس کے بعد انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ کہتے ہوئے دُعا مانگی، "اے ابّا! اے باپ! تُجھ سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔ اِس پیالہ کو میرے پاس سے ہٹا لے تو بھی جو میں چاہتا ہوں وہ نہیں بلکہ جو تُو چاہتا ہے وہی ہو۔" (مرقس ۱۴:۳۶) اُنہوں نے اپنے حواریوں کو بھی تلواریں خریدنے کا کہہ دیا تھا (لوقا ۲۲:۳۶) تا کہ اُنہیں ان کے دشمنوں سے محفوظ رکھنے کے لیئے رات کے وقت اُن پر پہرہ دیں۔

رابعاً:

مرقس ۱۵:۳۴ میں بائبل ہمیں بتاتی ہے کہ صلیب پر چڑھایا گیا شخص "بڑی آواز سے چلایا کہ ایلی ایلی لما شبقتنی؟ جس کا ترجمہ یہ ہے اے میرے خُدا! اے میرے خُدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔" ایسے مایوسی و نا اُمیدی سے چلانا، اگر ہم بحث کی خاطر مان بھی لیں کہ ایسا ہوا تھا، یہ ثابت کرتا ہے کہ صلیب پر سولی دیا گیا شخص مرنے پر رضا مند نہیں تھا۔ مزید اہم یہ ہے کہ اس عبارت میں واضح شواہد ہیں کہ یہ ممکن نہیں کہ صلیب پر سولی دیا گیا شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے

کیونکہ ایسے مایوسی سے چیخنا اور ایسا خوف و ہراس خدا تعالیٰ کے ایک نبی کو زیب نہیں دیتا، جبکہ ایک ایسے شخص کو (کہاں یہ بات زیب دے سکتی ہے) جس کے بارے میں خدائی کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔

خامساً:

مرقس ۱۴: ۵۰ کے مطابق، (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کے صلیب پر سولی دیئے جانے کی گواہی اُن کے کسی بھی حواری نے نہیں دی جیسا کہ "۔۔۔**سب شاگرد اُسے چھوڑ کر بھاگ گئے**۔"(۱) مزید یہ کہ، کسی بھی انجیل اور مکتوب ناموں کے مصنفین (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے) صلیب پر چڑھنے کے گواہ نہ تھے، دوسرے الفاظ میں، قابلِ اعتبار آنکھوں دیکھے گواہ کوئی نہ تھے۔ اس لیئے اس قصّہ کے ذرائع مشکوک ہیں بالخصوص یہ نکتہ کہ اناجیلِ اربعہ میں صلیب پر سولی دیئے جانے کے بارے میں شروع سے آخر تک درست تفصیلات بیان کرنے میں اختلافات ہیں۔

سادساً:

یہ نظریہ کہ خُدا تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کرنے کے لئے خون کا بہانا ضروری ہے خُدا تعالیٰ کو ایک طاقتور دیو سمجھنے والے فرسودہ تصورِ خُدا سے وجود میں آیا۔ گناہ اور خون کے مابین کوئی کوئی منطقی ربط نہیں۔ گناہوں کو خون نہیں مٹاتا بلکہ ندامت کے ساتھ مخلصانہ توبہ، بُرے اعمال سے دُوری پر ثابت قدمی اور انبیاء پر اللہ تعالیٰ کے نازل شدہ احکامات کو بجا لانے میں مستقل مزاجی سے گناہوں سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ مزید برآں، جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ابدی زندگی (میں نجات) کا راستہ پوچھا گیا تو اُن کا جواب یہ نہیں تھا کہ اُن کا اپنا خون بہانے کو بنیاد بنا کر اُنہیں (حقیقتاً آپ علیہ السلام آسمان پر اُٹھا لیئے گئے تھے) نجات دہندہ مانا جائے۔ بلکہ اُن کا جواب یہ تھا:

"۔۔۔**لیکن اگر تُو زندگی میں داخل ہونا چاہتا ہے تو حکموں پر عمل کر۔**" (متّی ۱۹: ۱۷)

---

(۱) چونکہ ہمیں عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں سے متعلق نیک گمان رکھنا چاہئے اس لیئے ہم دو میں سے صرف ایک نتیجہ ہی اخذ کر سکتے ہیں: یا تو اصل متن میں اس فقرے کا اضافہ کیا گیا ہے یا (اگر یہ بمطابق اصل ہے تو) حواری چھوڑ کر چل دیئے کیونکہ انہوں نے یہ جان لیا کہ مصلوب کیا گیا شخص عیسیٰ علیہ السلام نہیں۔ لہٰذا، دونوں صورتوں میں نتیجہ ایک ہی ہے۔

نجات کے بارے میں مسیحی عقیدہ نہ صرف غیر اخلاقی اور خلافِ عقل ہے بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے الفاظ کے بھی خلاف ہے جو عمداً صلیب پر مرنے اور لوگوں کے گناہوں کے لیئے اپنے خون کا نذرانہ پیش کرنے کے بجائے اپنی تعلیمات اور تقوی کے عملی نمونے کے ذریعے سے انسانوں کو بچانے کے لیئے آئے۔ اُن کا مقصد گنہگاروں کو توبہ کی دعوت دینا بھی تھا جیسا کہ گزشتہ انبیاء کرتے تھے۔ انہوں نے کبھی یہ نہیں کہا کہ وہ انسان کے گناہوں کے کفّارے کے لیئے آئے۔ متّی ۴:۱۷ میں اسے پرزور انداز میں بیان کیا گیا ہے جس میں ہمیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بتایا گیا ہے: **''اُس وقت سے یسوع نے منادی کرنا اور یہ کہنا شروع کیا کہ توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آ گئی ہے۔''** یہ حقیقت میں ناقابلِ فہم ہے کہ بائبل شدت پسندانہ رویہ اختیار کرتی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لعنتی کہتے ہوئے گالی دیتی ہے۔ پولس کہتا ہے: **''مسیح جو ہمارے لیئے لعنتی بنا اُس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے۔''** (گلتیوں ۳:۱۳)

گزشتہ درج شدہ عقائد کی طرح عقیدہِ کفّارہ کا ظہور بھی قدیم شرکیہ مذاہب سے ہوا۔ آرتھر فِنڈ لے کے مطابق (سچائی کی چٹان Rock of Truth، صفحہ ۴۵)، ۱۶ ناموں (بندوں) کے پیروکار یہ یقین رکھتے تھے کہ وہ اُن کی نجات اور کفّارے کے لیئے آئے ہیں۔ ان میں سے کچھ یہ ہیں: مصری Osiris، بابل کا بعل، ہندو کرشنا، تبّتی اندرا، چینی بدھا، اور فارسی متھرا۔

عقیدہِ کفّارہ نہ صرف معقول سوچ کی تذلیل ہے بلکہ یہ لوگوں کو نیک اعمال ترک کرنے اور قتل، چوری، زنا اور بدکاری جیسے برے اعمال کرنے پر اُبھارتا ہے۔ پولس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تبلیغ کیئے گئے احکامات کا حلیہ بگاڑ دیا اور یہ دعوٰی کیا: **''چنانچہ ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ انسان شریعت کے اعمال کے بغیر ایمان کے سبب سے راستباز ٹھہرتا ہے۔''** (رومیوں ۳:۲۸) اُس نے یہ بھی لکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے اعمال سے راستباز نہیں ٹھہرے (رومیوں ۴:۲) لہٰذا یہ پولس ہی تھا جس نے صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دیئے جانے پر ایمان سے ہی حصولِ نجات کا عقیدہ گھڑا۔ اگر لوگ اس تصور پر یقین رکھتے تو انسانیت کی کیا حالت ہوتی؟

پولس کے اس دعوٰی کا جواب خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دیا: **''پس جو کوئی اِن چھوٹے سے چھوٹے حکموں**

میں سے بھی کسی کو توڑے گا اور یہی آدمیوں کو سکھائے گا وہ آسمان کی بادشاہی میں سب سے چھوٹا کہلائے گا لیکن جو اُن پر عمل کرے گا اور اُنکی تعلیم دے گا وہ آسمان کی بادشاہی میں بڑا کہلائے گا۔'' (متّی ۱۹:۵)

اسلام عقیدہِ کفّارہ کا رد کرتا ہے۔ یہ واضح کرتا ہے کہ کسی دوسرے کا تکلیف برداشت کرنے اور جان کی قربانی دینے سے گناہوں کی معافی نہیں مل سکتی مگر صرف خدا تعالیٰ کی رحمت اور انسان کی بذاتِ خُود مخلصانہ توبہ، اعمالِ بد سے بچے رہنے میں مستقل مزاجی اور نیک اعمال کرتے رہنے سے گناہوں سے نجات ملتی ہے۔ علاوہ ازیں، اگر انسانی حقوق میں ناانصافی برتی ہے (کسی انسان کا حق تلف کیا ہے مثلاً مال غصب کیا، مزدور کو اُجرت نہ دی، کسی کی زمین پر ناجائز قبضہ کیا، کسی کی مال و دولت چُرائی وغیرہ، مترجم) تو اُن کا حق اُن کو واپس لوٹانے اور جہاں تک ہو سکے اُن سے معافی طلب کرنے سے گناہوں سے نجات ملتی ہے۔

قرآنِ مجید خُدا تعالیٰ کی واحدانیت پر ایمان رکھنے اور نیک اعمال کرنے والوں سے نجات کا وعدہ کرتا ہے:

﴿**جس نے اپنا چہرہ اللہ کے لیئے جھکا دیا، اور وہ نیکوکار رہا تو اس کے لیئے اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے اور ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔**﴾ (سورۃ البقرہ، آیت ۱۱۲) اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں یہ بھی کہتا ہے:

﴿**سو جو اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہے تو اسے چاہیئے کہ وہ اچھے اعمال کرے اور وہ اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔**﴾ (سورۃ الکھف، آیت ۱۱۰)

'یعقوب کا عام خط' باب ۲ کے فقرے ۱۴ اور ۱۷ اسلام اور اس کے احکامات سے مطابقت رکھتے ہیں، وہ یہ ہیں:

''اے میرے بھائیو! اگر کوئی کہے کہ میں ایمان دار ہُوں مگر عمل نہ کرتا ہو تو کیا فائدہ؟ کیا ایسا ایمان اُسے نجات دے سکتا ہے؟۔۔۔ اِسی طرح ایمان بھی اگر اُس کے ساتھ اعمال نہ ہوں تو اپنی ذات سے مُردہ ہے۔''

اسلام: تمام انبیاء کا مواحدانہ مذہب

مندرجہ بالا مسیحی عقائد کا ایک غیر متعصبانہ تجزیہ صرف ایک نتیجے تک پہنچا تا ہے وہ یہ کہ وہ غیر معقول (نا قابلِ تسلیم) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کے مُتضاد ہیں۔ یہ جاننا کافی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اُٹھائے جانے کے فوراً بعد کے سالوں کے دوران، آپ علیہ السلام کے پیروکاروں میں سے کسی نے بھی آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے نبی ہونے کے سوا کچھ نہیں سمجھا۔ موخرالذّکر عقائد کئی سالوں بعد گھڑے گئے جو ایک واضح نشاندہی ہے اس کی کہ مسیحی کلیسا کی بُنیاد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور گزشتہ تمام انبیاء کے حقیقی پیغام سے انحراف پر مبنی ہے۔

قانون یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی واحدانیت پر ایمان رکھنا اور اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک ٹھہرانے کی ابتداء انسانیت کی تاریخ میں بعد کے زمانے میں ہوئی۔ انسانیت کے باپ آدم علیہ السلام کے بعد دس صدیوں تک انسانوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کی۔ بتوں کی پوجا کرنے کا عمل حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے پہلے شروع ہوا۔ یہ اس جہانِ فانی سے رخصت ہو جانے والے راست باز انسانوں کے احترام وعقیدت میں حد سے بڑھ جانے کی کوششوں کے نتیجے میں شروع ہوا۔ تب اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو انسانیت کو دوبارہ راہِ ہدایت کی رہنمائی کرنے اور انہیں دوبارہ اکیلے اللہ کی عبادت کی دعوت دینے کے لیئے بھیجا۔ اُس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مختلف قوموں میں یکے بعد دیگرے انبیاء بھیجے تا کہ اس بنیادی پیغام کی تبلیغ کریں کہ کوئی عبادت کے لائق نہیں سوائے اللہ کے۔

بُنیادی مقصد تمام انبیاء کا یہ نہ تھا کہ لوگوں کو اس چیز کی دعوت دی جائے کہ اللہ تعالیٰ کے وجود کو اعلیٰ و برتر ہستی ماننے پر ایمان رکھا جائے اور اس کو دنیاؤوں کا خالق، نافع، اور رازق مانا جائے کیونکہ فطرتاً مُشرکین بھی یہ جانتے تھے کہ اللہ موجود ہے اور اس میں کبھی بھی شک وشبہ میں مُبتلا نہ تھے کہ ایسا ہی ہے۔[1] اُن میں سے صرف چند نے ہی خُدا تعالیٰ

(۱) مسیحی معاشروں میں دھریت (انکارِ وجودِ خُدا) اٹھاروں اور انیسوں صدی میں بڑے پیمانے پر پھیلنا شروع ہوئی =

کے وجود کے انکار کا ڈھونگ رچایا۔ اُن میں ایسے لوگ تھے جو نیک اعمال کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے تھے، وہ مُصیبت کے اوقات میں دُعائیں بھی صرف اُسی سے مانگتے تھے۔ جبکہ حالتِ خوشحالی میں وہ ایسا کرنے کے لیئے اپنے (دنیاوی) سفارشیوں کا سہارا لیتے تھے۔ انبیاء علیہم السّلام نے انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹ جانے اور بغیر سفارشیوں کے خوشحالی یا مُصیبت دونوں حالوں میں صرف اُس اکیلے ہی سے مانگنے کی دعوت دی۔ اور چونکہ توحید سب سے پہلا اور سب سے اہم فریضہ ہے اور یہ وہ بُنیاد ہے جس کی بناء پر اعمال کو احسن اور قبولیت کا درجہ دیا جاتا ہے، (اس لیئے) ہم دیکھتے ہیں کہ تمام انبیاء اپنی دعوت کا آغاز لوگوں کو بُلانے اور یہ کہنے سے کرتے ہیں: ﴿**اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔**﴾ (سورۃ الاعراف، آیت ۶۵) اللہ تعالیٰ قُرآنِ مجید میں سورۃ النحل کی آیت ۳۶ میں یہ بھی فرماتا ہے: ﴿**اور تحقیق ہم نے ہر اُمّت میں بھیجا کوئی نہ کوئی رسول کہ اللہ کی عبادت کرو اور سرکش (طاغوت) سے بچو۔**﴾ اور سورۃ الانبیاء کی آیت ۲۵ میں فرماتا ہے: ﴿**اور تم سے پہلے ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ہم نے وحی بھیجی اس کی طرف کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، پس تم میری عبادت کرو۔**﴾ اس لیئے یہ واضح ہے کہ اسلام (اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری) اللہ تعالیٰ کے تمام انبیاء و رُسل کا مذہب رہا ہے، آدم علیہ السلام سے لے کر محمد ﷺ تک۔ بیشک اسلام حضرت نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کا مذہب تھا۔ اسلام کے مُطابق، تمام انبیاء بھائی ہیں اور اُن کے درمیان فرق کی کوئی لکیر نہیں کھینچی جا سکتی۔ اُن لوگوں کے لیئے جنھوں نے اپنے وقت کے نبی کی تعلیمات کی پیروی کی اور خدا تعالیٰ کی عبادت کی جیسا کہ اُس کی عبادت کا حق تھا، وہ تمام مسلمان تصور کیئے جاتے ہیں اور جنت اُنہیں کے لیئے ہے۔

= اِس کی وجوہات میں سے چند یہ تھیں کہ کلیسا نے ''خُدا تعالیٰ'' کے نام پر لوگوں کو قید کرنے اور اُنہیں ذلیل و خوار کرنے کی صورت میں ناانصافیاں برتیں۔ کلیسا نے سائنسی ترقی سے جھگڑا کیا اور سائنسدانوں کو اذیتیں پہنچائیں، جس کے نتیجے میں انسان اور ایمان کے درمیان فاصلے پیدا ہوئے۔ نتیجتاً لوگ دنیا کی طرف زیادہ مائل ہونے لگے اور فطری میلان میں پڑ کر دنیاوی آزمائشوں کے پیچھے لگ پڑے۔ وجوہات اور مطابقت کی غیر موجودگی کی وجہ سے ایمان ختم ہو گیا اور زندگی میں مذہب کا کردار معدوم ہو گیا۔

اسلام نے اُس ابدی پیغام کو دوبارہ اُس کی حقیقی صورت میں محفوظ کیا جو اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء پر نازل کیا۔ اسلام اُس پیغام کا تسلسل ہے، جو کہ روح میں، ایک ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے ابتداء میں اسے ایک مخصوص قبیلے، گروہ یا قوم کو اُس کے نبی کے ذریعے مخاطب کیا۔ مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی غلط ترجمانی کی گئی اور اس میں توہمات، غلط عقائد اور (مذہب کے نام پر) انسان کی خود ساختہ رسومات خلط ملط کی گئیں۔ اس طرح دینِ حق کو توہمات اور بے معنی رسومات میں بدل دیا گیا۔

اسلام جیسا کہ نبی حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا تھا، اُس تصورِ توحید کا احیاء ہے جس کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور گزشتہ انبیاء نے تعلیم دی تھی۔ اسلام آخری وقت تک آنے والی تمام انسانیت کے لیئے پیغام ہے اور کسی مخصوص گروہ کے لیئے نہیں ہے جیسا کہ معاملہ گزشتہ انبیاء کے ساتھ تھا (یعنی وہ مخصوص قبیلے، گروہ یا قوم کے لیئے مبعوث کیئے جاتے تھے)۔

اسلام اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخیوں کی مُرتکب دینی ایمانیات کی تردید کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں اصل تصور کو بحال کرتا ہے کہ وہ اکیلا خالق ہے، نافع ہے، اور کائنات کی ہر چیز اُس کے دستِ قدرت میں ہے اور یہ خصوصیت کہ ہر طرح سے بے عیب ہونا صرف اُسی کو زیبا ہے۔ یہ اس چیز کو لازم بناتا ہے کہ وہ اکیلا عبادت کے لائق ہے۔ مزید یہ کہ، اُس کی عبادت اُسی طریقے کے مطابق کرنی چاہیئے جیسا کہ وہ حکم دیتا ہے اور خود ساختہ رسومات اور طریقوں کے ذریعے نہیں کرنی چاہیئے۔ صرف وہی اس لائق ہے کہ اُس سے دعائیں مانگی جائیں۔ اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کا اقرار کرنا ایک عظیم اور بہت اہم عمل ہے، (اسی طرح) اُس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا تمام گناہوں میں سے سب سے بڑا گناہ ہے۔ یہ واحد نا قابلِ معافی گناہ ہے حتّٰی کہ انسان اللہ تعالیٰ سے موت سے قبل (مخلصانہ) توبہ نہ کر لے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں فرمایا ہے: ﴿**بیشک اللہ (اس کو) نہیں بخشتا جو اس کا شریک ٹھہرائے، اور اس کے سوا جس کو چاہے بخش دے۔**﴾ (سورۃ النساء، آیت ۴۸) مزید برآں، یہ ایسا گناہ ہے جو انسان کو جنت سے محروم کر دیتا ہے اور لہٰذا اس کے مُرتکب کو ہمیشہ کے لیئے جہنم کی آگ میں پہنچا دیتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسے بیان کیا جیسا کہ قرآنِ مجید میں ہے: ﴿**بیشک جو اللہ کا شریک ٹھہرائے تو تحقیق اللہ نے**

اس پر جنّت حرام کردی ہے اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور ظالموں کے لیئے کوئی مددگار نہیں۔﴾ (سورۃ المائدہ، آیت ۷۲) عبادت کے کسی بھی عمل کو غیر اللہ کے لیئے کرنا ایک ایسا گناہ ہے جو تمام نیک اعمال کو دھوڈ التا ہے۔ قرآن اس کی تصدیق یوں کرتا ہے: ﴿اور اگر وہ شرک کرتے تو جو کچھ وہ کرتے تھے ضائع ہو جاتا۔﴾ (سورۃ الانعام، آیت ۸۸)

اللہ درحقیقت واحد ذات ہے جس سے بغیر سفارشیوں کے تمام ضروریات مانگی جاتی ہیں، وہ ذات جس پر تمام مخلوق کا انحصار ہے، جو تمام کائنات کا خالق ورازق ہے، غفور الرّحیم، عزیز (غالب) اور بصیر (دیکھنے والا) ہے۔

ڈاکٹر لورا۔ ویگلیری کے الفاظ یہاں نقل کیئے جاتے ہیں، وہ کہتی ہے: ''اسلام کا شکریہ، (اسلام نے) شرک کی مختلف صورتوں کو شکست دی۔ تصوّرِ کائنات، مذاہب کے اعمال اور معاشرتی رواج تمام کو دیو پیکریت سے آزاد کرایا گیا، جس نے انہیں پست کر رکھا تھا اور انسانی دماغوں کو تعصّبات سے آزاد کرایا گیا۔ انسانیت نے بالآخر اپنی عزت کا احساس کرلیا اور اپنے خالق، رب اور تمام انسانیت کے مالک کے سامنے اسے عاجز کیا۔'' وہ مزید لکھتی ہے: ''روح کو تعصب سے آزاد کرایا گیا، انسان کی مرضی کو ان بندھنوں سے آزاد کیا گیا جن سے اُسے دوسرے لوگوں یا دیگر نام نہاد پوشیدہ قوتوں، پادریوں، بھیدوں کے جھوٹے دعویدار محافظین، نجات کے دلالی، اور تمام خُدا اور انسان کے درمیان سفارشی ہونے کا ڈھونگ رچانے والوں کے ساتھ پابند کر دیا گیا تھا اور لہٰذا یہ یقین کہ وہ (تمام) دوسرے لوگوں کی مرضی پر اختیار رکھتے ہیں اُن کے وجود سے گر پڑا۔ انسان خدائے واحد کا بندہ بن گیا اور دوسرے لوگوں کی طرف اُس کے صرف وہ فرائض رہ گئے جو ایک آزاد آدمی کے دوسرے آزاد آدمی سے ہوتے ہیں۔ جب کہ اس سے پہلے انسان معاشرتی اونچ نیچ جیسی ناانصافی کا شکار تھا۔ اسلام نے انسانوں کے درمیان مساوات کا باضابطہ اعلان کیا۔ ایک مُسلمان کی دوسرے مسلمانوں سے پیدائش یا دیگر غیر شخصیتی عوامل کی بناء پر تفریق نہیں کی گئی بلکہ خُدا تعالیٰ سے ڈر اور خوف، اعمال صالح، اخلاق اور عقلی خصوصیات معیار قرار پائے۔'' وہ اپنی کتاب میں یہ بھی لکھتی ہے: ''یہ لہٰذا، کسی دباؤ کے ماتحت یا اسلحے کے زور پر تھا اور نہ ہی جبراً دخل دینے والی تبلیغی سرگرمیوں کا نتیجہ کہ جن کی بناء پر اسلام کا عظیم اور تیز تر پھیلاؤ ہوا، بلکہ سب سے مُقدّم یہ حقیقت تھی کہ مُسلمانوں کی پیش کردہ، قبول یا رد کرنے کی آزادی کا حق دینے والی غالب کتاب خُدا تعالیٰ کی کتاب تھی، سچّی کتاب جو کہ شک میں مُبتلا اور ضدّی لوگوں

کے لیئے محمد ﷺ کا عظیم معجزہ تھا۔'' وہ مزید لکھتی ہے: ''اس پیغام کی قوت واضح اور صاف شفاف سادگی اور حیرت انگیز آسانی تھی کیونکہ اسلام نے لوگوں کی روحوں میں بنا لمبی وضاحتوں اور مواعظ کے قرار پکڑا۔''(۱)

اور ایک مشہور تاریخ دان Arnold J. Toynbee کا مشاہدہ ہے: ''بلا شبہ میں دنیا کو اسلامی مساوات اور بھائی چارے کے اصول کو اپنانے کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام کا پیش کیا گیا عقیدہءِ توحید دنیا کو مُتحد کرنے کی حیرت انگیز مثالوں میں سے ہے۔ اسلام کا تسلسل پوری دنیا کو اُمید عطا کرتا ہے۔''(۲)

---

(۱) ''Apologia dell' Islamismo'' جس کا انگریزی ترجمہ Dr. Caselli نے ''Interpretation of Islam'' کے نام سے کیا، کے صفحات ۳۳ تا ۳۴۔

(۲) Civilization on Trial، نیو یارک، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، ۱۹۴۸ء

میرا قبولِ اسلام کا فیصلہ کُن قدم:

میرے قبولِ اسلام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت کا کردار

پچھلے اسباق میں دی گئی معلومات کا صرف ایک حصہ ہی حق کے متلاشیوں کے لیئے اسلام کی حقانیت کو پالینے کے لیئے کافی ہے اور اس حقیقت کو سمجھنے کے لیئے بھی کہ کس حد تک عیسائیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اصل تعلیمات سے اختلاف وانحراف کر چکی ہے۔ پھر بھی میں کلیسا کے وضع کردہ راستے سے ہٹ جانے کے لیئے فیصلہ کُن قدم نہ اُٹھا سکا۔ میں جہاں کہیں بھی جاتا میرا تعویز ہر وقت میرے ساتھ ہوتا۔ میں نے ہمیشہ اس چھوٹے پیکٹ کے اندر سات عدد چاندی کی چھوٹی صلیبوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فرضی تصویر اور مجسمہ کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھا۔ میں سمجھتا تھا کہ اگر کبھی اس تعویذ کو میں نے اُتار کر ایک طرف رکھ دیا تو میرے ساتھ کوئی بُرا واقعہ رونما ہو جائے گا۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے کبھی بھی اس کو نہیں ہٹایا اور ہمیشہ اِسے اپنی جیب میں رکھا۔

ایک دن جب میں مسجد میں دیئے گئے لٹریچر کا جائزہ لے رہا تھا، میں نے دو جملے پڑھے جنہوں نے میرے دل کو عظیم خوشی سے بھر دیا۔ میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور میں نے کہا: ''میرے خُدا، یہ سچ ہے۔ یہ وہ جواب ہے جو میں کہیں نہیں پا سکا۔''

اس موقع پر میں قارئین کے سامنے اعتراف کرتا ہوں کہ اُس وقت سے پہلے میں نے کبھی قرآن کو چھُوا اور نہ ہی پڑھا۔ میں نے کبھی بھی اس کی کسی اور زبان (میں ترجمہ کی گئی) کی کاپی کو کبھی دیکھا یا چھوا نہیں تھا اور لفظ قرآن میری لغت کا حصہ نہیں تھا۔ درجہ بندی کی شکل میں، زوردار، صاف اور مختصر انداز میں میں نے مسجد میں دیئے گئے مطالعاتی مواد میں پڑھا: ﴿**اور اُن کے یہ کہنے (کے سبب) کہ ہم نے قتل کیا اللہ کے رسول عیسیٰ علیہ السلام ابنِ مریم کو، اور انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا، اور انہوں نے اس کو سولی نہیں دی۔۔۔**﴾ (سورۃ النساء، آیت ۱۵۷)

یہاں میں پڑھتے ہوئے رُک گیا۔ میں نے کئی مرتبہ دُھرایا: ''۔۔۔انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا، اور انہوں

نے اس کو سولی نہیں دی۔'' بالکل اُنہی لمحات کے دوران جبکہ میں یہ جملے پڑھ رہا تھا، میں نے محسوس کیا کہ خُدا تعالیٰ مجھے اس سوال کا جواب دے رہا ہے جس کا منطقی اور تسلّی بخش جواب نہ ہونے کی وجہ سے میں اُس کی طاقت وقدرت کے بارے میں شکوک وشبہات میں مُبتلا تھا۔

اس جواب کو تلاش کرنا آسان نہ تھا۔ مجھے علمی کمال حاصل کرنے کے لیئے دوسرے طلباء کے ساتھ مُقابلہ کرنا ہوتا تھا۔ مجھے امریکہ کے مغربی حصّے، ریاست واشنگٹن کی طرف ہزاروں میل سفر طے کرنا پڑا تھا۔ مجھے ان دو جملوں کو تلاش کرنے کی خاطر انگریزی بولنا اور پڑھنا سیکھنا پڑی تھی، چونکہ میں Latin امریکہ میں سے تھا اس لیئے مجھے ایسی شخصیت اپنانی تھی جو سیٹیل (Seattle) میں دیگر مُسلمانوں کو قابلِ قبول ہو۔ ۱۹۷۸ء میں ان معلومات کا ایک وینز ویلین کے ہاتھوں تک پہنچنے کے مواقع بہت دور (دکھائی دیتے) تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے جو فیصلہ کر رکھا تھا اس کی (لازماً) تکمیل ہونی تھی۔ اُن لمحات کے دوران جب تک کہ میں اس عظیم خبر پر خوش ہو رہا تھا میں نے خُدا تعالیٰ سے دُعا مانگی اور معافی طلب کی۔ میں اس خبر کو لے کر وینز ویلا کی طرف اُڑ جانا چاہتا تھا اور اسے اپنے خاندان اور باقی دنیا تک پہنچانا چاہتا تھا۔

بالکل ایسا (محسوس) ہو رہا تھا جیسے فلموں میں ہوتا ہے۔ میرا عظیم ہیرو، فلم میں اچھا شخص، میرا پیارا نبی، یسوع ناصری (عیسیٰ علیہ السلام) جن کی میں (گزشتہ زندگی میں) اپنے گھر کی چھوٹی عبادت گاہ میں دن میں دو مرتبہ عبادت کیا کرتا تھا، (درحقیقت) سولی نہیں دیئے گئے تھے!

مجھے ایسا محسوس ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منسوب کردہ صلیب کا وزن جس کو وہ اُٹھا کر Calvary پہاڑ کی طرف جا رہے ہیں، غائب ہو گیا، اور اس طرح ٹوٹ کر بکھر گیا جیسے دھماکہ خیز بم سے بلند و بالا عمارتیں اور مضبوط پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں۔

اس دریافت کے بعد کی کہانی بھی کچھ کم اہم نہیں۔ میں نے سوچا اور کہا: ''اگر یہ سچ ہے، تو یہ مذہب حق ہے۔'' بیس سالوں تک مجھے بتایا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ (اب) میں ایسے سفر پر تھا جہاں کوئی دوسرا متبادل راستہ نہ تھا۔ اب ایک مزید دریچہ کُھل چکا تھا جو کہ زیادہ معقول جواب تھا، اب راستے مزید صاف ہوتے

چلے جا رہے تھے اور ''معما'' کا آخری حصہ دستیاب تھا۔ یہ اُن سلسلۂ معجزات میں آخری تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طاقت سے ظاہر کیئے تھے۔ ایک آدمی جس نے اللہ کے حُکم سے اندھے کو نظر عطا کی، پانی پر چلا، کوڑھیوں کا علاج کیا، لنگڑے کو چلنے کی طاقت بخشی، ہزاروں لوگوں کی خوراک کے لیئے روٹیوں اور مچھلیوں کو زیادہ کیا اور جس نے مُردوں کو دوبارہ زندگی عطا کی بلا شک وشبہ سولی نہیں دیا جا سکتا تھا۔ ایک مرتبہ پھر میں نے سوچا اور نتیجہ اخذ کیا۔ میں اس مذہب سے رشتہ قائم کرنا چاہتا تھا، میں مُسلمان ہو جانا چاہتا تھا!

جیسے صلیب کا وزن ٹوٹ کر بکھر گیا اسی طرح اتوار کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ جی اُٹھنا، مُقدس ہفتہ (ایسٹر یعنی مسیحی مذہبی تہوار)، اچھا جمعہ، سات کلیسوں (مراکزِ صلیب) کو جانا، جمعہ کو روزہ رکھنا، اُن مبیّنہ مُقدس دنوں' میں (دیگر) گوشت کے بجائے مچھلی کھانا جیسی مذہبی رسومات بھی ٹوٹ کر بکھر گئیں اور میں نے محسوس کیا کہ وہ تمام جھوٹ تھے۔ تعویذ کی طاقت غائب ہوگئی۔ انجینئر بننے کے لیئے پڑھائی کرنے والے جوان آدمی کا عقلمند دماغ اب ان تمام بے بُنیا دروایات کو رد کرنے کے لیئے آزاد تھا جن کی بنیاد خُدا کا انسان بننے اور (پھر) انسانوں کے گناہوں کے لیئے مرنے جیسے نامعقول تصوارت تھے۔ ایک جوان آدمی کی طرح جو کہ پیشہ ورانہ طور پر آگ میں کھیل کر لوگوں کی زندگیوں اور املاک کو بچانے والا ہو اور جو تمبا کو نوشی اور شراب نوشی جیسی بُری عادات میں نہ پڑا ہو اگرچہ کہ یہ عادات (اُس) معاشرے کا حصّہ تھیں۔ میں اِن چیزوں کو مزید قبول نہیں کر سکتا تھا۔

۱۹۷۹ء میں موسمِ سرما کے دوران میں نے اوک لے ہوما سٹیٹ یونیورسٹی میں ایک اختیاری کورس کا انتخاب کیا جس نے میرے نئے راستے کو مزید روشن کیا۔ کورس کا نام ''اسلامی تہذیب'' تھا۔ ۱۹۷۹ء کے موسمِ سرما کے آخر میں میں سیٹیل (Seattle) واپس چلا گیا اور انہیں امام صاحب جنہوں نے مجھے اسلامی مطالعاتی مواد دیا تھا، کے سامنے میں نے دفتری طور پر کلمہ شہادت پڑھ کر اسلام قبول کر لیا۔

مجھے ابھی بھی یاد ہے کہ امام صاحب نے مُجھ سے پوچھا: ''کیا آپ واقعی اسلام قبول کرنا چاہتے ہیں؟'' میں نے جواب دیا: ''ہاں''۔ تب انہوں نے اسرار کیا: ''اگرچہ اس کا مطلب یہ ہو کہ یہ تمہارے پاسپورٹ پر درج کیا جائے گا کہ تم ایک مسلمان ہو؟'' میں نے کہا: ''تب بھی''۔ تب انہوں نے کہا ''اگر آپ یقینی طور پر ایسا کرنے چاہتے ہیں تو میرے

ساتھ دہرایئے:

﴿ اَشْهَدُ اَنْ لَّاإِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُولُ اللّٰهِ ﴾

"I testify that none has the right to be worshipped except Allah, and I testify that Muhammad is the Messenger of Allah."

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔''

میں نے امام صاحب کے ساتھ دہراتے ہوئے پہلے شہادت انگریزی میں دی اور پھر عربی میں، یوں بالآخر میں اسلام میں داخل ہوا۔

اسلام نے مجھے کیسے متاثر کیا

بلاشبہ تبدیلیوں میں کئی باتیں ترتیب دینا شامل ہے اور اسی طرح میرا معاملہ بھی اس سے الگ نہ تھا۔ جب میں نے اسلام قبول کیا تو اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا کہ اس مذہب کو زیادہ سے زیادہ سیکھنے کے لیئے ممکنہ حد تک جو کچھ کر سکا وہ کروں گا۔ جبکہ میں ابھی تک جوان تھا اور حال ہی میں اوک لے ہوما سٹیٹ یونیورسٹی سے سال اوّل مکمل کیا تھا، میں نے ایک جوان مسلم لڑکی سے شادی کر لی۔ سٹل واٹر (Stillwater)، اوک لے ہوما، اسلامی مرکز نے میرا پہلا اسلامی اُستاد مُقرر کیا۔ فلسطینی بھائی فیض (اللہ تعالیٰ اُن پر رحمت کرے اور انہیں اجر دے اس کا جو انہوں نے مجھے سکھایا) نے مجھے نماز، دین کے دُوسرے ارکان، حیات بعد از موت (موت کے بعد کی زندگی) سے متعلق، زندہ کر کے اُٹھائے جانے کے دن اور دیگر بہت سے مضامین سکھانے میں اپنا اچھا خاصا وقت صرف کیا۔ حیات بعد از موت سے متعلق گفتگو سے ہونے والا اثر مجھے ابھی بھی یاد ہے۔ میری گزشتہ عیسائیت کی زندگی میں مجھے کسی شخص نے بھی اس سے ملتی جُلتی چیز اور ایسے مفصّل انداز میں نہیں بتایا۔ موت ہمیشہ میرے لیئے ایک راز ہی رہی۔

مجھے (عیسائیت میں) نہیں معلوم تھا کہ جب میں زمین میں دفن کیا جاؤں گا تو میرے ساتھ کیا ہو گا۔ اسلام

میں مجھے مفصّل جوابات ملے۔ جب ایک شخص وفات پا جاتا ہے تو اُسے نبی کریم ﷺ کی ہدایات کے مطابق دفن کیا جانا چاہیئے۔ میت کا بدن مُکمل طور پر نہلایا جاتا ہے اور خوشبو لگائی جاتی ہے۔ تب میت کو سفید کپڑے کی دو تہوں میں لپیٹا جاتا ہے(ا) اور میت کو زمین میں بغیر تابوت کے اور چہرہ قبلہ رُخ کر کے دفن کیا جاتا ہے۔ مُردہ اپنے دفن کرنے والوں کے قدموں کی آواز بھی سُنتا ہے جب وہ قبر سے لوٹ رہے ہوتے ہیں اور یہ جانتا ہے کہ اُسے اکیلا چھوڑ دیا گیا ہے۔ تھوڑی دیر بعد دو فرشتے (مُنکر اور نکیر) قبر میں اُس کے پاس آتے ہیں اور مندرجہ ذیل تین سوال پوچھتے ہیں:

(۱) تمہارا رب کون ہے؟

(۲) تمہارا مذہب کیا ہے؟

(۳) تمہارا نبی کون ہے؟

نبی کریم ﷺ نے بتایا کہ مومن کو کوئی مُشکل پیش نہیں آئے گی اور وہ اُن کے درست جوابات دے گا مگر کافر ان سوالات کے جواب نہ دے سکے گا۔ علاوہ ازیں، اعمال کی بنیاد پر جو اُس نے دنیا میں کیئے وہ ٹھنڈک بھری جنت کی خوشبوؤں سے مزین ہواؤں سے لطف اندوز ہوگا یا پھر جہنم کی آگ کی گرم ہوائیں اُس کا مُقدر رہوں گی۔ مُردہ قیامت قائم ہونے تک اسی حالت میں رہے گا۔

بھائی فیض کی طرف سے مہیا کردہ ان معلومات نے میرے اُن لوگوں سے متعلق شبہات کا ازالہ کر دیا جو دنیا میں جرائم کرتے ہیں مگر دورانِ دنیاوی زندگی انہیں کوئی سزا نہیں ملتی۔ اس سے اس بات کی وضاحت بھی ہوتی ہے کہ کیوں اللہ تعالیٰ ہر انسان کو رجوع (توبہ) اور دورانِ زندگی ایک نئی زندگی کے آغاز کے لیئے بہت سے مواقع فراہم کرتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق پر بے حد عدل کی ایک صاف تصویر ہے۔ ایک دفعہ میں نے سوچا کہ میں نے عارضی اور لافانی زندگیوں کو گہرائیوں سے سمجھ لیا ہے۔ جبکہ کیتھولک کلیسا میں مجھے سکھایا گیا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہمیں (جہنم سے) بچانے کے لیئے موت سے مُلاقات کی (اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا)۔ اسلام میں میں نے سیکھا کہ ہر شخص

---

(۱) مسنون یہ ہے کہ مرد کو تین اور عورت کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا جائے۔ (مترجم)

اپنے اعمال کا خود جوابدہ ہے اور اُنہیں اعمال کے مطابق اُسے اجر دیا جائے گا (جنت یا جہنم میں ڈالا جائے گا)۔ یہ دلیل مضبوط اور قابلِ فہم تھی اور اس سے میری روح مطمئن ہوگئی۔

یہ نیا علم بتدریج میری گزشتہ معلومات اور میرے سمجھ بوجھ کے درجات کو بھی بدلنے لگا۔ میں نے مذہب کے مطالعے کو زیادہ وقت دینا شروع کیا۔ جب میری صبح سویرے کی جِم کی ٹریننگ اور صبح کی نماز کا ٹکراؤ پیدا ہوا تو میں نے نماز کو ترجیح دی اور ٹریننگ کو اگلے وقت پر لے گیا۔

قبولِ اسلام سے کئی سال پہلے میں ایک بہترین موسیقار تھا اور کئی میوزک کی محفلوں میں گٹار بجایا کرتا تھا اور دل سے گایا کرتا تھا۔ مگر قبولِ اسلام کے بعد میں نے دونوں کو ترک کر دیا اور اپنا وقت عربی (وہ زبان جس میں قرآن نازل ہوا) ناظرۂ قرآن سیکھنے کے نام کر دیا۔ ۲۱ سال کی عمر میں بحیثیتِ ایک شادی شدہ شخص میری ذمہ داریوں اور میری انجینئرنگ کی تعلیم نے مجھے مزید سرگرمیوں کے لیئے وقت نہ دیا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے میرا اپنے مذہب سے لگاؤ اس حد تک بڑھ گیا کہ میں چاہتا تھا کہ جو کچھ میں جانتا ہوں وہ دوسروں کو بھی سکھاؤں۔

جب میں وینزویلا واپس لوٹا تو میرے خاندان والوں کو اسلام کے متعلق کچھ علم نہ تھا۔ وہ میرے اعمال پر بغیر تنقید اور مذمت کئے مجھے نماز پڑھتے دیکھا کرتے تھے۔ میں امریکہ میں چار سال سے زائد عرصہ رہا تھا اس لیئے اپنے والدین، بھائیوں اور بہنوں کے ساتھ دوبارہ اکٹھے ہونے کی خوشی برقرار رہی اور میں جیسا تھا ویسا انہوں نے قبول کیا۔

وینزویلا میں ملازمت پر میں نے اپنے سپروائزر سے اپنے آفس میں نماز پڑھنے کے لیئے پانچ منٹ کی اجازت لے رکھی تھی۔ ۱۹۸۲ء میں آئل انڈسٹری میں عملی طور پر میں واحد وینزویلین مُسلمان تھا۔ میں اللہ تعالیٰ سے (اپنے مذہب) پر ثابت قدمی طلب کرتا تھا چونکہ مجھے ہر جگہ مزید سے مزید آزمائشوں سے پالا پڑتا رہا۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور رحمت سے، میں نے ثابت قدم رہنے کا انتظام کر رکھا تھا۔

آج تقریباً قبولِ اسلام کے تیس برس بعد بھی میں اس بات پر بڑھتی ہوئی خوشی محسوس کرتا ہوں کہ میں نے مسلمان ہونے کا فیصلہ کیا تھا۔ میں اس سے بھی زیادہ اطمینانیت اُس وقت محسوس کرتا ہوں جب میں روزانہ اپنے اردگرد کے کتنے ہی لوگوں کو اسلام قبول کرتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ تمام طرح کی تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیئے ہیں جو ہر شے کا

مالک ہے۔ میں جان چکا ہوں کہ اسلام دنیا میں تیزی سے بڑھتا ہوا مذہب ہے۔ یہ درحقیقت پیروکاروں کی ایک بڑی تعداد رکھتا ہے[1] باوجود اس کے کہ اس کی تبلیغ کرنے والوں کو جدید ذرائع کم حاصل ہیں بنسبت دوسرے مذاہب بالخصوص عیسائیت، کی تبلیغ کرنے والوں کے۔ جبکہ اسلام آسانی سے اور سادہ ذرائع سے پھیل رہا ہے۔ اگر عیسائیت کی تبلیغی سرگرمیوں کے پسِ پشت بڑے پیمانے پر وسائل مہیا نہ ہوتے تو یہ اسلام کا مقابلہ نہ کرسکتی۔ اسلام قبول کرنے والوں اور عیسائیت قبول کرنے والوں کا اگر ایک سادہ موازنہ کیا جائے، دو بڑے مذاہب کا جن کے پیروکار پوری دنیا میں موجود ہیں (برخلاف دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کے جو مخصوص اقوام تک محدود ہیں)، یہ صاف واضح کرتا ہے کہ عیسائیت محدود وسائل کے لوگوں کو کھینچتی ہے۔ اُنہیں غربت اور بنیادی ضروریات کی بناء پر کلیسا کی طرف لایا جاتا ہے کیونکہ اِس کی پیش کردہ دنیاوی (مالیاتی) آزمائشیں عظیم ہیں۔ اس نکتے کی تائید اس حقیقت سے ہوتی ہے کہ کلیسا اور جو کچھ وہ (کلیسا) پیش کرتے ہیں اُن کے اپنے کثیر المالیاتی ممالک میں ترک کیئے جارہے ہیں جبکہ غریب ممالک کو برآمد کیئے جارہے ہیں۔ دوسری جانب ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام قبول کرنے والوں میں وہ لوگ ہیں جن کو کوئی چھو نہیں سکا، (اسلام قبول کرنے والوں میں وہ لوگ شامل ہیں جو) غریب ہیں، امیر ہیں، مشہور ہیں اور سائنسدان اور ماہرین ہیں۔ حتّٰی کہ (وہ بھی) جنہوں نے دنیاوی نفع میں اسلام قبول کرنے کے بعد خسارہ اٹھایا (مگر پھر بھی اسلام پر ثابت قدم رہے) جیسا کہ مسیحی کلیسا کے ممبران نے کیا۔

نتیجۃً، میرا ایمان مضبوط تر ہوتا ہے جب میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ بتدریج پورا ہو رہا ہے:

﴿وہ چاہتے ہیں کہ وہ اللہ کا نور مونہوں (کی پھونکوں) سے بُجھا دیں، اور اللہ اپنا نور پورا کرنے والا ہے خواہ کافر ناخوش ہوں۔ وہی ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کردے اور خواہ مشرک ناخوش ہوں۔﴾ (سورۃ الصّف، آیات ۸ تا ۹)

---

(۱) عملی مُسلمانوں کی تعداد دوسرے تمام مذاہب پر عمل کرنے والے لوگوں کی کُل تعداد سے تجاوز کرتی ہے۔ سنڈے ٹائمز (Sunday Times) کے مطابق برطانیہ میں ہفتہ میں ایک بار مسجد جانے والوں کی تعداد کم سے کم نو لاکھ تیس ہزار (۹۳۰۰۰۰) ہے جبکہ کلیسا جانے والوں کی تعداد نو لاکھ سولہ ہزار (۹۱۶۰۰۰) ہے۔ یہ ایک مسیحی ملک کے اعداد و شمار ہیں جہاں مسلمان ایک اقلیت ہیں۔

بائبل کا قاری اچھی طرح جان سکتا ہے کہ بائبل ہی کی کچھ تعلیمات پر صرف مسلمان ہی عمل پیرا ہیں۔ بائبل کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور گزشتہ انبیاء خدا تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوئے سجدہ کرتے تھے (پیدائش ۱۷:۳ اور متّی ۲۶:۳۹)، حالانکہ آج صرف مسلمان ہی اپنی نمازوں میں ایسا کرتے ہیں۔ اسی طرح، صرف مسلمان عورتیں ہی سر پر اوڑھنی لیتی ہیں جو کہ بائبل میں مذکور ہے جبکہ عیسائی عورتوں کی اکثریت اِس تعلیم سے روگردانی کرتی ہے باوجود اس حقیقت کے کہ مریم علیہا السلام اپنے سر پر اوڑھنی لیا کرتی تھیں۔ (غزل الغزلات ۴:۹ اور اوّل کرنتھیوں ۱۱:۵)

حتّٰی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے (ملاقات کے وقت) کہے گئے الفاظ ''تمہاری سلامتی ہو'' (السّلام علیکم) (لوقا ۲۴:۳۶) صرف مسلمان ہی کہتے ہیں جبکہ زیادہ تر عیسائی ملاقات کے وقت ''ہیلّو'' کہتے ہیں۔ بہت سی دیگر مذہبی رسومات پر صرف مسلمان ہی عمل پیرا ہیں جیسا کہ نماز سے پہلے ''وضو'' کرنا، ختنے کرانا، سور اور مردہ جانوروں کا گوشت کھانے سے (مکمل) اجتناب کرنا وغیرہ۔ لہٰذا یہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور گزشتہ انبیاء کے سچّے پیروکار مسلمان ہیں جو اُن کی تعلیمات کی پیروی کرتے ہیں۔

میرے قبولِ اسلام نے کیسے دوسروں کی زندگیوں کو متاثر کیا

اللہ تعالیٰ سے یہ عظیم تحفہ حاصل کرنے کے بعد میں نے یہ پیغام ان لوگوں تک پہنچانے کی اشد ضرورت محسوس کی جنھوں نے اس کے بارے میں نہیں سُنا۔ میں عملاً اس میں بہت زیادہ کامیاب نہیں تھا۔ کچھ لوگ اسے مذاق کے طور پر لیتے، جبکہ دوسروں نے مجھے یہ پیغام بچوں کو پہنچانے کا کہا کیونکہ بڑے اپنے طور طریقوں میں پڑے ہوئے تھے۔ بڑے لمبے عرصے تک میری مددگار صرف میری بیوی تھی جس نے اسلام میں میرے یقین میں میرا ساتھ دیا۔ ۱۹۹۰ء میں میں ٹیکساس اے اینڈ ایم یونیورسٹی سے سیفٹی انجینئر نگ میں ماسٹرز ڈگری حاصل کرنے کے لیئے امریکہ واپس چلا گیا۔ اور اسی سفر کے دوران میں نے تبلیغِ اسلام کے لیئے مزید کوشاں رہنے کا فیصلہ کیا۔ میں نے ایک اسلامی ٹریننگ پروگرام کی پیروی شروع کی جو کہ میں نے خود اپنے لیئے برین کالج سٹیشن کی اسلامی لائبریری میں مہیا مواد کو استعمال کرتے

ہوئے وضع کیا تھا۔ میں جن اسلامی مضامین کا مطالعہ کرتا ان کے بارے میں وینزویلا میں اپنے خاندان کو خط لکھتے وقت تحریر کرتا۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ جب میں ۱۹۹۲ء میں وینزویلا واپس لوٹا تو صرف کچھ ہی گفت وشنید کے بعد میرے والدین اور میرے بڑے بھائیوں میں سے ایک نے اسلام قبول کر لیا۔ بعد میں میری دو بہنوں، ایک بھائی، اور ایک بھتیجے نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

حالیہ دنوں میں ہی کُھلنے والی کاراکاس (Caracas) کی ایک مسجد کے ڈائریکٹر نے اتوار کے دن غیر مسلموں کو Latin America کی سب سے بڑی مسجد میں دعوت دینے کے پروگرام سے متعلق میری تجویز کی منظوری دے دی۔ اس پروگرام کو مرتب کرنے میں میں رضا کارانہ طور پر امامِ مسجد کا معاون رہا اور الحمدللہ ہماری ابتدائی کوشش ایک مُکمل کامیابی تھی۔ تقریباً اڑھائی سو (۲۵۰) بندوں نے لیکچر سُنا جو وینزویلا کے لوگوں کو دیا گیا میرا پہلا اسلامی لیکچر تھا۔ شاید وینزویلا میں یہودیوں، عیسائیوں، منکرینِ خُدا اور دیگر کا اجتماعی طور پر ایک اسلامی لیکچر سُننے کا یہ پہلا موقع تھا۔ یہ پروگرام اتنا کامیاب تھا کہ الحمدللہ وینزویلا کے بہت سے لوگوں نے (اس لیکچر سے متاثر ہو کر) اسلام قبول کر لیا۔ اتوار کا یہ پروگرام ابھی تک جاری ہے اور اسلام کے بارے میں جاننے کے لیئے کوئی بھی اس میں شرکت کر سکتا ہے۔

جب میں نے مختلف مُقامات پر لیکچر دیئے تو میں نے یہ نوٹ کیا کہ بہت سے لوگ اسلام میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ بہت سے لوگوں نے اس دین کو قبول کر لیا، دوسروں نے مہیا مواد لیا اور بتدریج اس کا مطالعہ کرنے لگے، جیسا کہ تیس سال پہلے میں نے کیا تھا۔ ابھی تک بہت سے لوگوں نے اسلام سے مزید مدافعت کا رویہ برقرار رکھا۔ اُن کا کہنا ہے کہ وہ بہت سی بُری عادات میں مُبتلا ہیں جن سے وہ چھٹکارا نہیں پا سکتے۔ اس نقطے پر میں قارئین کو بتانا چاہتا ہوں کہ جب ایک شخص اسلام قبول کرتا ہے تو اُس کی زندگی یکدم ڈرامائی طور پر تبدیل نہیں ہو جاتی۔ یہ ہو بھی سکتا ہے (یعنی یکدم تبدیل بھی ہو سکتی ہے) مگر ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا۔ اکثر اوقات یہ ایک ایسا عمل ہوتا ہے جو انسان کے سیکھنے اور بتدریج اللہ تعالیٰ کا قُرب حاصل کرنے، (عملاً) مسلمان بھائیوں یا بہنوں اور ایمان کی بنیادی تعلیمات کے قریب اور مزید قریب ہونے سے ترقی پاتا ہے۔ میری تقاریر سُننے والوں نے اکثر مُجھ سے مندرجہ ذیل سوالات پوچھے:

۱۔ کیا مُسلمان ہونے کے بعد مُجھے عربی زبان بولنا ہو گی؟

۲۔ اگر میں مُسلمان ہونا چاہوں تو کیا یہ ضروری ہے کہ میں عرب میں سے ہوں؟
۳۔ کیا مُسلمان ہونے کے لیئے مجھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام پر یقین ختم کر دینا چاہیئے؟

ان تمام سوالات کے جوابات 'نہ' میں ہیں۔ اسلام ایک عالمی مذہب ہے اور مُسلمان دنیا کے ہر مُلک میں پائے جاتے ہیں۔ زبان رکاوٹ نہیں ہے۔ ایک مُسلمان کے لیئے یہ ضروری ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بحیثیتِ اللہ تعالیٰ کے عظیم نبی ہونے پر ایمان لائے اور حضرت مریم علیہا السلام کو عیسیٰ علیہ السلام کی ماں مانے جنہیں اللہ تعالیٰ نے باقی عورتوں پر برتری وفضیلت بخشی۔

مُسلمان بننے کے لیئے پہلا قدم بہت سادہ اور آسان ہے۔ اس میں کوئی پیچیدگیاں اور مشکلات نہیں ہیں مثلاً مخصوص تقریبات یا مخصوص اشخاص کی سفارشات یا کوئی بھی ایسا کام جو انسان کی طاقت سے باہر ہو۔ اسلام قبول کرنے کی واحد شرط یہ ہے کہ خالص نیّت سے ایک اور صرف ایک اللہ پر ایمان لایا جائے اور اُسی کی اطاعت کی جائے، اُسے کائنات کا خالق اور رازق مانا جائے، واحد ذات جس کے قبضے میں زندگی اور موت ہے، ہر شے کا مالک، عبادت کے لائق واحد ذات، واحد ذات جس کے سب سے خوبصورت نام ہیں اور سب سے اعلیٰ صفات ہیں، واحد ذات جس کا کوئی شریک، بیٹا، ماں یا باپ نہیں اور کوئی اس کا ہمسر نہیں۔ ہر طرح کے شرک سے برائت کا اظہار کیا جائے۔

یہ گواہی دینے کے بعد کہ کوئی عبادت کے لائق نہیں سوائے اللہ کے اور محمد ﷺ اُس کے رسول ہیں، باقی تعلیمات صبر وتحمل کے ساتھ بتدریج سیکھی جاسکتی ہیں۔ اگر کوئی شخص اس پختہ ایمان کے بعد وفات پاجاتا ہے تو وہ مُسلمان تصور کیا جاتا ہے / کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے وہ جنت میں داخل کیا جائے گا / کی جائے گی۔

جب ایک شخص یہ گواہی دیتا ہے کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ صرف وہی اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ہیں اور آدم علیہ السلام کے بعد آنے والے تمام انبیاء میں آخری ہیں۔

جب مذہب جبراً مُسلّط کیا جائے

اللہ تعالیٰ نے نازل کیا کہ کسی کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ یہ اُس ذات کی تعلیمات کا ایک بنیادی اصول ہے۔ ﴿**زبردستی نہیں دین میں، بیشک ہدایت سے گمراہی جُدا ہوگئی ہے۔**﴾ (قرآن ۲:۲۵۶)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿**اور آپ ﷺ کہہ دیں حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، پس جو چاہے سو ایمان لائے اور جو چاہے سو نہ مانے۔۔۔**﴾ (قرآن ۱۸:۲۹)

اسلام غیر مسلموں کے ساتھ مکالمہ کرنے کی ترغیب دیتا ہے اور اُنہیں دانائی اور خوبصورت نصیحت کے ساتھ اس دینِ حق کو قبول کرنے کی دعوت دیتا ہے: ﴿**تم اپنے رب کے راستے کی طرف بلاؤ دانائی سے، اور اچھی نصیحت سے، اور ان سے ایسے بحث کرو جو سب سے بہتر ہو۔۔۔**﴾ (قرآن ۱۶:۱۲۵)

کیتھولک کلیسا نے آج جو مقام حاصل کیا ہے وہ لاکھوں معصوم لوگوں کا وحشت ناک انداز میں خون بہانے کا نتیجہ ہے۔ مجھے حیرانی ہوئی جب مجھے معلوم ہوا کہ صرف نیدرلینڈز (Netherlands) میں تیس لاکھ (۳۰۰۰،۰۰۰) لوگوں کو کیتھولک کلیسا کی اطاعت نہ کرنے اور اُس کے عقائد قبول کرنے سے انکار کی وجہ سے قتل کیا گیا۔

''۱۶ فروری ۱۵۶۸ء کو مقدس دفتر (Holy Office) نے نیدرلینڈز (Netherlands) کے رہائشیوں کو بسبب (اُن کی نظر میں) بدعتی ہونے کے موت کا حُکم سُنایا۔ اس سزا کے عالمی حُکم سے صرف چند مخصوص نامزد اشخاص کو مُبرّ اقرار دیا گیا۔ بادشاہ کے اس باضابطہ اعلان کے دس دن بعد مذہبی عدالت کے حُکم کی تصدیق ہوگئی، اور حُکم دیا گیا کہ بلاتفریقِ عمر، جنس اور حالت فوراً اس کی تعمیل کی جائے۔ یہ بلاشبہ موت کا ایک بہت ہی جامع اجازت نامہ تھا جو کہ دنیا میں کبھی تجویز کیا گیا تھا۔ تیس لاکھ افراد، مردوں، عورتوں اور بچوں کو پھانسی کے تختے پر چڑھانے کا فیصلہ سُنایا گیا۔۔۔ اور اس حکم کے تحت اونچے اور اعلیٰ عہدوں پر فائز اشخاص کو روزانہ اور گھنٹوں کے اندر پھانسی کے تخت تک گھسیٹ کر لایا جاتا۔ علوہ (Alva) نے فلپ کو لکھے گئے اپنے ایک خط میں اُس تعداد کا محتاط اندازہ لگایا ہے جو مقدس ہفتہ کے ختم ہونے کے فوراً بعد قتل ہونے والے تھے، وہ آٹھ سو سر تھے۔'' (بحوالہ ''The Rise of the Dutch Republic'' مصنف John Lothrop Motley)

نیقا کی کونسل منعقد ہونے کے بعد غیر قانونی اناجیل (جنہیں نیقا کی کونسل نے غیر قانونی قرار دیا) کو اپنے پاس رکھنا ایک عظیم غلطی قرار پائی۔ نتیجۃً، کونسل کے اس فیصلے کے بعد کے سالوں میں دس لاکھ سے زائد عیسائی قتل کیئے گئے۔ یہ وہ طریقہ کار تھا جو اُنہوں نے عیسائیوں کو مُتحد کرنے کے لیئے استعمال کیا۔ ہم میں سے اکثر کا یہ خیال ہوگا کہ انسانیت کے خلاف ان جرائم کا ارتکاب کرنے والے خون کے پیاسے افراد تھے اور یہ کہ اُن کے پیشِ نظر کوئی خاص مقاصد کارفرما نہ تھے۔ مگر مجھے یہ معلوم ہونے پر دھچکا لگا کہ اِن وہشت ناک جرائم کا ارتکاب کرنے والے بائبل کے کچھ فقروں پر عمل پیرا تھے:

''اب تمام مدیانی لڑکوں کو مار ڈالو اور اُن سبھی مدیانی عورتوں کو مار ڈالو جو کسی آدمی کے ساتھ رہ رہی ہیں۔ اُن تمام عورتوں کو مار ڈالو جن کا کسی مرد کے ساتھ جنسی تعلق تھا۔ تُم صرف اُن تمام لڑکیوں کو زندہ رہنے دو جن کا کسی مرد کے ساتھ جنسی تعلق نہیں ہوا ہے۔'' (گنتی ۳۱:۱۷-۱۸)

اور رب نے کہا: **''تم سبھی اُن لوگوں کو مار ڈالو جو اپنی پیشانی پر نشان نہیں لگاتے۔ تم اس پر توجّہ نہیں دینا کہ وہ بزرگ، جوان مرد اور عورتیں، بچے اور مائیں ہیں۔''** (حزقی ایل ۹:۵-۶) **''خُداوند نے یہ شہر تمہیں دیا ہے۔۔۔ تمام سونے، چاندی، کانسہ اور لوہے کی بنی چیزیں خُداوند کی ہیں۔ اُنہیں خداوند کے خزانے میں ہی رکھا جائے گا۔۔۔ لوگوں نے شہر کی ہر ایک چیز کو تباہ کیا۔ اُنہوں نے وہاں کے ہر زندہ رہنے والے کو تباہ کیا۔ اُنہوں نے نوجوانوں کو، بوڑھوں کو، جوان اور بوڑھی عورتوں، مویشی کو، بکروں کو، گدھوں کو (تلوار کی دھار سے) مار ڈالا۔''**[1] (یشوع ۶:۱۶-۲۱)

مندرجہ ذیل من گھڑت فقرے خُدا تعالیٰ سے منسوب کیئے گئے:

''اب جاؤ عمالیقیوں کے خلاف لڑو۔ تم کو مکمل طور سے عمالیقیوں اور اُن کی ہر چیز کو تباہ کرنا چاہیئے۔ کسی چیز کو نہ رہنے دو تمہیں تمام مردوں، عورتوں اور اُن کے بچّوں اور چھوٹے بچّوں کو مار ڈالنا چاہیئے۔ تُم کو اُن کی گائیں، بکریاں اور اُونٹوں اور گدھوں کو بھی مار دینا چاہیئے۔'' (اوّل سموئیل ۱۵:۳)

---

(۱) اکثر مذہبی عیسائی اسلام پر چڑھائی کرنے میں اِس حد تک نڈر ہو چکے ہیں کہ وہ الزام لگاتے ہیں کہ یہ ''تلوار'' سے پھیلا ہے۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ درحقیقت لفظ ''تلوار'' بائبل میں چار سو چھ (۴۰۶) مرتبہ ذکر کیا گیا ہے جبکہ قرآن میں اس کا ذکر ایک مرتبہ بھی نہیں آیا۔ لہٰذا کس مذہب کے بارے میں یہ غالب خیال تصور کیا جا سکتا ہے کہ وہ تلوار سے پھیلا ہے؟

''ان کے بال بچّوں کواُن کی آنکھوں کے سامنے مارڈالا جائے گا۔''(یسعیاہ ۱۶:۱۳)

''۔۔۔تلواروں سے ماردیئے جائیں گے،ان کی اولاد کے چیتھڑے اڑادیئے جائیں گےاور حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کیئے جائیں گے۔''(۱)(ہوسیع ۱۶:۱۳)

یہ ظاہر ہے کہ بائبل دنیا کی واحد مذہبی کتاب ہے جو بچوں کو قتل کرنے، شیر خوار بچوں کو مار ڈالنے اور حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کرنے کا حکم دیتی ہے۔ بائبل میں ایسے فقروں کا موجود ہونا اور اُن کو خُدا تعالیٰ سے منسوب کرنا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ بائبل انسانی ہاتھوں سے تحریفات کا شکار ہوئی اور یہ کہ انسانوں نے خُدا تعالیٰ کے نام پہ جھوٹ گھڑے۔(۲) اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں فرماتا ہے: ﴿**سواُن کے لیئے خرابی ہے جو وہ کتاب لکھتے ہیں اپنے ہاتھوں**

---

(۱) اسلام کمزوروں مثلاً عورتوں اور بچوں کے دفاع اور حفاظت کے لیئے جہاد کا حکم دیتا ہے مگر اُنہیں قتل کرنے یا چیتھڑے اڑانے سے منع کرتا ہے۔ ﴿**اور تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کہ تم اللہ کے راستہ میں نہیں لڑتے کمزور (بے بس) مردوں، اور عورتوں اور بچوں (کی خاطر)۔۔۔!**﴾ (سورۃ النساء، آیت ۷۵) جہاد دفاع کا ایک فعل ہے نہ کہ ظلم و جارحیت کا۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے: ﴿**اور تم اللہ کے راستہ میں اُن سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرو، بیشک اللہ زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔**﴾ (سورۃ البقرہ، آیت ۱۹۰) دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے کی آزادی کو یقینی بنانے اور اگر وہ بلا جبر چاہیں تو انہیں قبولِ اسلام کا موقع دینے کے لیئے بھی جہاد کا حکم دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے: ﴿**زبردستی نہیں دین میں، بیشک ہدایت سے گمراہی جُدا ہو گئی ہے۔**﴾ (سورۃ البقرہ، آیت ۲۵۶) اللہ تعالیٰ یہ بھی کہتا ہے: ﴿**اور آپ ﷺ کہہ دیں حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، پس جو چاہے سو ایمان لائے اور جو چاہے سو نہ مانے۔**﴾ (سورۃ الکھف، آیت ۲۹)

(۲) یہ حقیقت ہے کہ بائبل میں ایسے اور دیگر مضامین کی موجودگی بائبل کے ''ایڈیٹرز'' کے لیئے عظیم پریشانی کا سبب ہے وہ خُدا تعالیٰ کی کتاب میں مداخلت (ردّ و بدل) کررہے ہیں۔ انہوں نے اِس کتاب کے متن کے ساتھ ویسا برتاؤ کیا جو انسانی ہاتھوں سے لکھی گئی کتاب سے کیا جاتا ہے۔ اس لیئے انہوں نے اِس کتاب میں اضافات کیئے اور جو (مضامین) اُن کے من کو ناگوار گزرے وہ انہوں نے حذف کردیئے۔ مثال کے طور پر، فقرہ اوّل سموئیل ۱۹:۶ میں ہے: ''اور اُس نے بیت شمس کے لوگوں کو مارا اِس لیئے کہ اُنہوں نے خُداوند کے صندوق کے اندر جھانکا تھا۔ سو اُس نے اُن کے پچاس ہزار اور ستّر آدمی مار ڈالے۔'' جبکہ انگریزی، فرانسیسی، جرمن اور =

سے، پھر کہتے ہیں کہ اللہ کے پاس سے ہے تا کہ اس کے ذریعہ حاصل کرلیں تھوڑی سی قیمت، سواُن کے لیئے خرابی ہے اس سے جوان کے ہاتھوں نے لکھا، اوران کے لیئے خرابی ہے اس سے جو وہ کماتے ہیں۔﴾ (قرآن ۲:۷۹)

جبر مذہب کے مُتضاد ہے کیونکہ مذہب کا انحصار ایمان اور (اس پرعمل کے) عزم کا نام ہے اور یہ طاقت کے زور پر حاصل نہیں ہو سکتے۔ مرد وخواتین کو لازماً اُس مذہب کے انتخاب کے مواقع دیئے جانے چاہیئیں جس پر اُن کا ایمان ہے۔ جلاّد مشینیں[۱]، آرے، کلہاڑے، اور آگ ہرگز وہ انتخاب نہیں ہونے چاہیئیں[۲] اُن کے لیئے جو کیتھولک کلیسا کے پُرزور طریقے سے جبراً لاگو کیئے جانے والے عقائد تسلیم نہیں کرنا چاہتے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی انسانیت کے لیئے نازل کردہ آخری پیغام (قرآنِ مجید) میں فرمایا:

= عربی تراجم نے فیصلہ کیا کہ ایسا عمل رحیم رب کو زیبا نہیں اس لیئے انہوں نے اِس گنتی کو صرف (ستر آدمی) سے بدل دیا۔ اُن کا ایمان تھا کہ خُدا کے صندوق کے اندر جھانکنا قابلِ سزا جُرم نہیں۔ حتّٰی کہ آج بھی بائبل مترجمین اور نشر واشاعت کے آلات کی زد میں ہے اور اِس میں تحریف کا عمل جاری ہے۔ انسان حیران ہوتا ہے کہ گزشتہ زمانوں میں کیسی حالت تھی جبکہ بائبل تک صرف پادریوں ہی کی رسائی تھی۔

(۱) جلاّد مشین: یہ ایک اونچا جامد سرقلم کرنے والا ہتھیار ہے۔ اِسے انگریزی میں ''Guillotine'' اور عربی میں ''**مقصلة**'' کہتے ہیں۔ اِس میں رسّی کے ساتھ بندھا ہوا تیز بلیڈ لگا ہوتا ہے۔ رسّی کو کھینچ کر چھوڑنے پر یہ بلیڈ تیزی سے نیچے آتا ہے اور سرتن سے جُدا کر دیتا ہے۔ بالخصوص فرانس میں اِس ہتھیار کا استعمال ایک اہم طریقہ قتل رہا۔ (مترجم)

(۲) بائبل وحشیانہ افعال کو حضرت داوٗد علیہ السلام سے منسوب کرتی ہے جبکہ وہ ان سے پاک ہیں۔ سموئیل دوم ۱۲:۲۹-۳۱ میں ہم یہ لکھا ہوا پاتے ہیں: ''تب داوٗد نے سب لوگوں کو جمع کیا اور ربّہ کو گیا اور اُس سے لڑا اور اُسے لے لِیا۔ اُس کا وزن سونے کا ایک قِنطار تھا اور اُس میں جواہر جڑے ہُوئے تھے۔ سو وہ داوٗد کے سر پر رکھا گیا اور وہ اُس شہر سے لُوٹ کا بُہت سا مال نِکال لایا۔ اور اُس نے اُن لوگوں کو جو اُس میں تھے باہر نِکال کر اُن کو آروں اور لوہے کے ہینگوں اور لوہے کے کُلہاڑوں کے نیچے کر دِیا اور اُن کو اینٹوں کے پزاوے میں سے چلوایا اور اُس نے بنی عمُّون کے سب شہروں سے ایسا ہی کِیا۔ پھر داوٗد اور سب لوگ یروشلم کو لوٹ آئے۔'' اوّل تواریخ ۲۰:۳ میں بھی یہ کہا گیا ہے: ''اور اُس نے اُن لوگوں کو جو اُس میں تھے باہر نِکال کر آروں اور لوہے کے ہینگوں اور کُلہاڑوں سے کاٹا اور داوٗد نے بنی عمُّون کے سب شہروں سے ایسا ہی کِیا۔ تب داوٗد اور سب لوگ یروشلم کو لوٹ آئے۔'' حیرانی ہوتی ہے کہ دُنیا کیسے امن میں رہ سکتی ہے جبکہ ایسے غیر انسانی افعال کی ایک نام نہاد مُقدّس کتاب میں ترغیب دی جاتی ہے اور ایسے افعال خُدا تعالیٰ اور اُس کے انبیاء سے منسُوب کیئے جاتے ہیں۔

﴿زبردستی نہیں دین میں، بیشک ہدایت سے گمراہی جُدا ہوگئی ہے۔﴾ (قرآن ۲:۲۵۶)

آج ہم مُختلف ممالک میں دین میں جبر کے عملی مظاہر دیکھ رہے ہیں۔ شراب نوشی، قتل و غارت، چوری چکاری، عصمت فروشی، بدعنوانی، زنا کاری اور ہم جنس پرستی لوگوں پر مذہب جبراً مُسلط کرنے کے چند نتائج ہیں کیونکہ جبری مُسلط کیا گیا مذہب دل میں نہیں سماتا۔

(دینِ حنیف پر عمل کے مدِّ مقابل) آباؤ اجداد کی روایات سے چمٹے رہنا ایک قوم کو کامیابی کی طرف گامزن نہیں کر سکتا۔ اسی بناء پر میں کم از کم صرف ایک متبادل مشورہ دینا چاہوں گا: شراب نوشوں کو راہِ راست پر لایا جائے اور خاندانوں اور معاشرے کو متحد کیا جائے۔

امریکہ میں کیتھولک کلیسا سے متعلق دل چیر دینے والی ۲۰۰۲ء کی تازہ خبر کچھ پادریوں کی معصوم بچوں سے جسمانی زیادتی سے متعلق ہے۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ **ویٹیکن** (Vatican) کے اونچی اسامیوں والوں نے ایسا ردِعمل ظاہر نہیں کیا کہ یہ کوئی وحشی ظلم ہے بلکہ بجائے اس کے مُتاثرین کو مال تھما کر خاموش کرا کے ان (مظالم) پر پردہ ڈالنے کی کوششیں کی گئیں۔ کئی سالوں پہلے سے میرے پاس ایک رپورٹ تھی جس میں یہ درج تھا کہ امریکہ کے پانچ فیصد سے زائد پادری بچوں سے جسمانی زیادتی کے مرتکب تھے۔ جبکہ اس خبر کو دنیا بھر کے ٹیلی ویژن سٹیشنوں کی سُرخی بننے میں کئی سال لگے۔

پوری دنیا کو ۲۰۰۴ء کی اس تازہ خبر سے شدید دھچکا لگا کہ پچھلے پچاس سالوں میں امریکہ کے چار ہزار سے زائد پادری بچوں کے ساتھ جسمانی زیادتی کے مُرتکب رہے ہیں۔ یہ کم از کم ایک حیرت انگیز شماریات تھیں مگر کلی طور پر تعجّب خیز نہ تھیں۔ بلاشبہ سچائی یہ ہے کہ اگر عوامل میں سے کسی ایک کو ذمہ دار ٹھہرایا جائے تو یہ خود بائبل تھی۔ یہاں یہ ذکر کرنا بہت ضروری ہے کہ (بائبل کا) قاری جانتا ہے کہ (عیسائیوں کو) ان بُرے راستوں پر ڈالنے والے خود ان کے عامل نہ تھے۔ بائبل خود غیر اخلاقیات کو فروغ دیتی ہے جیسا کہ 'حزقی ایل ۱:۲۳' میں درج ہے۔ بُرے اعمال میں سے دو اعمال بدکاری اور محرمات سے مباشرت بے ایمانی سے کچھ انبیاء سے منسوب کیئے جاتے ہیں۔ یقیناً ہم بطورِ مسلمان اس سوچ کی مُکمل طور پر مُذمت کرتے ہیں کہ اللہ کا کوئی نبی ان شرمناک اعمال کا مرتکب تھا۔

بائبل کو عام طور پر ایک مقدس کتاب تصور کیئے جانے والے ممالک اور معاشروں کے کچھ عیسائیوں سے میں مندرجہ ذیل سوال پوچھ چکا ہوں: ''قتل، زنا، چوری چکاری، شراب نوشی (۱) عصمت فروشی، ہم جنس پرستی، محرمات سے مباشرت اور دور دور تک پھیلی ہوئی بدعنوانی (Corruption) کیوں حد درجہ زیادہ ہیں بنسبت اُن ممالک کے جہاں قرآن حوالہ جات کی کتاب سمجھی جاتی ہے البتہ کچھ تغیر کے ساتھ؟'' ان میں سے بہت سے لوگ یہ سوال سُن کر حیرت میں پڑ گیئے کیونکہ انہوں نے کبھی بھی اس موازنہ کے بارے میں سوچا تک نہیں تھا۔

مثال کے طور پر، ایک امریکی شہری سے مکالمے میں میں نے ایک مقدمے کا ذکر کیا جس میں سعودی عرب کے سات مجرموں کو سزائے موت سُنائی گئی جنہوں نے شراب کے نشے میں ایک عورت سے بدکاری کی تھی۔ میں نے اُسے بتایا کہ اس قانون کو مکمل طور پر لاگو کرنے کے نتیجے میں دوسری لاکھوں عورتیں دیگر اہل مجرموں سے محفوظ کر لی گئی ہیں۔ اُس نے اس سے اختلاف کیا اور محسوس کیا کہ قانون بہت سخت تھا اور یہ کہ یہ قانون اس کے مُلک میں لاگو نہیں کیا جا سکتا تھا۔ دفتری شماریات کی بنیاد پر میں نے اُسے بتایا کہ اُس کے مُلک میں آخری آٹھ مہینوں میں پانچ لاکھ سے زائد عورتوں کی عصمت دری کی گئی ہے۔ اوسطاً ہر دن دو ہزار عورتوں کی آبرو ریزی کی گئی ہے۔ وہ حیران ہو گیا اور تب اُس نے باعمل اسلامی قانون کے مؤثر ہونے کا اعتراف کیا۔ اگر مجھے اس سے دوبارہ بات چیت کا موقع ملتا تو میں اُسے بتاتا کہ اسلام میں اگر ایک امام بھی کسی بچے سے جسمانی زیادتی کرے، جیسا کہ کلیسا میں پادریوں نے کیا تو بغیر کسی دیر کے اُس پر بھی حد جاری کر دی جائے گی تاکہ دوسرے بچے (ان جنسی مظالم سے) محفوظ رہ سکیں۔ میں قبولِ اسلام سے بہت خوش ہوں اور مجھے مسلمان ہونے پر فخر ہے۔

---

(۱) بائبل میں تحریفات کرنے والوں کی جانب سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دی جانے والی بڑی گالیوں اور اُن پر لگائے جانے والے بے بُنیاد الزامات میں سے ایک، جسے کوئی مُسلمان برداشت نہیں کر سکتا، یہ ہے کہ اُن کا ذکر ''شرابی'' کے طور پر کیا گیا ہے جیسا کہ لوقا ۷:۳۴ میں درج ہے: ''ابنِ آدم کھاتا پیتا آیا اور تُم کہتے ہو کہ دیکھو کھاؤ اور شرابی آدمی محصُول لینے والے اور گنہگاروں کا یار۔'' ستم ظریفی مزید واضح ہو جاتی ہے جب ہم امثال ۲۰:۱ میں یہ لکھا ہوا پاتے ہیں: **''مے مسخرہ اور شراب ہنگامہ کرنے والی ہے اور جو کوئی اِن سے فریب کھاتا ہے دانا نہیں۔''** انسان انسانیت کا مقام تصور کر سکتا ہے اِس صورت میں کہ اُسے اِس پر ایمان رکھنا پڑے کہ خُدا تعالیٰ کے ایک عظیم نبی، مثال کے طور پر عیسیٰ علیہ السلام ''شرابی'' تھے۔

پوپ (Pope) اور دنیا کے دیگر حکمرانوں کو دعوتِ عام

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان، نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن تمام پر رحمت نازل کرے جو راہِ ہدایت کی پیروی کرتے ہیں۔

میں یہاں اس دعوت کو وسعت دیتے ہوئے پوپ اور دنیا کے تمام حکمرانوں بالخصوص دوسرے مذاہب، فرقوں اور نظریات کے حامل لاکھوں لوگوں پر حکمرانی کرنے والوں کے نام کرتا ہوں۔ میں آپ تمام کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام کی طرف آیئے تاکہ آپ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ رہ سکیں اور جنت میں اُس کا اجر پائیں۔ اگر آپ یہودی یا عیسائی ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو قبولِ اسلام پر دُگنا اجر دے گا۔[1] نبی کریم حضرت محمد ﷺ نے فرمایا:

''اہلِ کتاب کا ایک شخص (یہودی یا عیسائی) جو اپنے نبی (موسیٰ علیہ السلام یا عیسیٰ علیہ السلام) پر ایمان رکھتا ہے پھر وہ نبی محمد ﷺ پر ایمان لے آئے (اسلام قبول کرلے) تو اُسے دگنا اجر ملے گا۔''[2]

جبکہ اگر آپ نے اس دعوت کو ٹھکرادیا تو آپ کو اپنے تمام ماتحتوں اور پیروکاروں کا بھی ذمہ دار ٹھہرنا پڑے گا۔ دُنیا کے تمام مسلمان بھائیوں اور بہنوں کی طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی یہ ذمہ داری سونپی ہے کہ میں اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے یہ پیغام تمام انسانیت تک پہنچاؤں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **﴿ آپ ﷺ کہہ دیں اے اہلِ کتاب! اس ایک بات پر آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر (مشترک) ہے، کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اور ہم**

---

(۱) اہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) کو اسلام کی دعوت دینے اور اُن کے ساتھ مُکالمہ کرنے کو قُرآن میں اہم مقام عطا کیا گیا ہے۔ **﴿اور تم اہلِ کتاب سے نہ جھگڑو، مگر اس طریقہ سے جو بہتر ہو۔﴾** (قرآن ۲۹:۴۶) قرآن یہ بھی بتاتا ہے کہ مُسلمانوں سے محبت میں قریب تر عیسائی ہیں: **﴿۔۔۔تم مسلمانوں کے لیئے دوستی میں سب سے قریب پاؤ گے (ان لوگوں کو) جن لوگوں نے کہا ہم نصاریٰ ہیں، یہ اس لیئے کہ ان میں عالم اور درویش ہیں، اور یہ کہ وہ تکبّر نہیں کرتے۔﴾** (قرآن ۵:۸۲)

(۲) مسلم شریف، حدیث نمبر ۳۴۲۔

میں سے کوئی کسی کو نہ بنائے رب اللہ کے سوا، پھر اگر وہ پھر جائیں تم کہہ دو کہ تم گواہ رہو کہ ہم تو مُسلم (فرمانبردار) ہیں۔﴾ (سورۃ ال عمرٰن، آیت ۶۴)

اس کتاب میں پیچھے ثبوت درج کیئے گئے ہیں تاکہ آنکھوں والا انہیں دیکھ سکے اور عقلمند انہیں سمجھ سکے، اتصال پہنچ چکا ہے جہاں اللہ جل شانہٗ لوگوں کو حق قبول کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اِس زندگی میں ایک غیر مسلم چاہے جتنا بھی امیر، شہرت والا، بلند مقام اور طاقت والا ہو، آخرت میں جنّت میں داخلے کے لیئے اُس کے پاس کچھ نہ ہوگا۔[1] روئے زمین پر بسنے والا غریب ترین شخص جو کلمہ شہادت کا اقرار کرے یعنی یہ گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں (اور یہ گواہی دے کہ) محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں وہ (آخرت میں) خوشحال ہوگا اور موت کے بعد کی زندگی میں اشرف و معزّز انسان ہوگا بنسبت اُس امیر ترین شخص کے جس نے انسانیت کی رہنمائی کے لیئے اللہ تعالیٰ کا بھیجا گیا آخری پیغام ٹھکرا دیا۔

اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں سورۃ ال عمرٰن کی آیت ۸۵ میں فرماتا ہے: ﴿**اور جو کوئی چاہے گا اسلام کے سوا کوئی دین، تو اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا، اور وہ آخرت میں نقصان اُٹھانے والوں سے ہوگا۔**﴾ اور قرآنِ مجید میں سورۃ المائدہ کی آیات ۳۶ تا ۳۷ میں اللہ تعالیٰ کہتا ہے: ﴿**جن لوگوں نے کُفر کیا جو کچھ زمین میں ہے اگر سب کا سب اور اس کے ساتھ اور اتنا ہی اُن کے ساتھ ہو کہ وہ اس کو قیامت کے دن عذاب کے فدیہ (بدلہ) میں دیں تو وہ اُن سے قبول نہ کیا**

---

(۱) صرف وہ شخص جو زندگی میں مقصد پورا کرتا ہے یعنی صرف واحد اللہ کی عبادت کرتا ہے، وہ حقیقی خوشی اور اطمینانِ قلب حاصل کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے: ﴿**جس نے کوئی نیک عمل کیا وہ مرد ہو یا عورت، جبکہ ہو وہ مومن، تو ہم ضرور اسے (دنیا میں) پاکیزہ زندگی دیں گے اور (آخرت) میں ان کا اجر ضرور اس سے بہتر دیں گے جو (اعمال) وہ کرتے تھے۔**﴾ (سورۃ النحل، آیت ۹۷) اللہ تعالیٰ یہ بھی کہتا ہے: ﴿**جو لوگ ایمان لائے اور اطمینان پاتے ہیں جن کے دل اللہ کی یاد سے، یاد رکھو! اللہ کی یاد (ہی) سے دل اطمینان پاتے ہیں۔**﴾ (سورۃ الرعد، آیت ۲۸) سورۃ طٰہٰ کی آیات ۱۲۳ تا ۱۲۴ میں ہم پڑھتے ہیں: ﴿**۔۔۔ جس نے میری ہدایت کی پیروی کی وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ بد بخت ہوگا۔ اور جس نے میرے ذکر (نصیحت) سے منہ موڑا تو بیشک اس کی معیشت (گزران) تنگ ہوگی۔۔۔**﴾ مؤخر الذّکر آیت بہت سی نفسیاتی بیماریوں کی وجہ بتاتی ہے اور (اس کا جواب بھی دیتی ہے) کہ کیوں بہت سے امیر لوگ خودکشی کرتے ہیں۔

جائے گا، اور اُن کے لیئے عذاب ہے دردناک۔ وہ چاہیں گے کہ وہ آگ سے نکل جائیں، حالانکہ وہ اس سے نکلنے والے نہیں، اور ان کے لیئے ہمیشہ رہنے والا (دائمی) عذاب ہے۔﴾

لہٰذا جب تک انسان کی روح اُس کے جسم میں ہے اور وہ سانس لے سکتا ہے، بول سکتا ہے اور اعمال پر اختیار رکھتا ہے، وہ کسی بھی وقت اللہ جل شانہٗ سے توبہ کرسکتا ہے۔ اگر توبہ مخلصانہ ہے اور وہ ہر طرح کے شرک سے برائت کا اظہار کرتے ہوئے گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں (اور یہ گواہی دیتا ہے کہ) محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں تو اللہ اُسے معاف کردے گا اگر چہ وہ جہنم کی آگ سے کچھ ہی فاصلے پر ہو۔ تب اللہ اُس کے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیتا ہے اور ہمیشہ کے لیئے وہ جنّت میں داخلے کا حقدار بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **﴿سوائے اُس کے جس نے توبہ کی، اور وہ ایمان لایا، اور اس نے نیک عمل کیئے، پس اللہ ان لوگوں کی بُرائیاں بدل دے گا بھلائیوں سے، اور اللہ بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔﴾** (سورۃ الفرقان، آیت ۷۰) اور اللہ نے فرمایا: **﴿اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اعمال کیئے ہم عنقریب انہیں باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ کا وعدہ سچّا ہے، اور کون ہے؟ اللہ سے زیادہ سچّا بات میں۔﴾** (سورۃ النساء، آیت ۱۲۲)

مخلصانہ توبہ کرکے ایک نئی زندگی کی ابتداء کرنے والے ہر شخص سے اللہ کا یہ وعدہ ہے۔ قرآن کی مندرجہ ذیل آیات نقل کرتے ہوئے میں اِس دعوت کا اختتام کرتا ہوں، اِن آیات میں اللہ جل شانہٗ تمام انسانوں کو مخلصانہ توبہ کرنے کے مواقع فراہم کرتا ہے۔ وہ گناہوں کی مقدار کو نظر انداز کرکے گنہگاروں کو توبہ کرنے کی دعوت دیتا ہے، اور (مخلصانہ توبہ پر) وہ ان کو معاف کردے گا۔

قرآنِ کریم میں سورۃ الزمر کی آیات ۵۳ تا ۵۴ میں اللہ تعالیٰ نے نازل کیا:

﴿آپ ﷺ فرمادیں اے میرے بندو! جنہوں نے زیادتی کی ہے اپنی جانوں پر، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بیشک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے، بیشک وہی بخشنے والا، مہربان ہے۔ اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو، اور اس کے فرمانبردار ہوجاؤ، اس سے قبل کہ تم پر عذاب آجائے، پھر تم مدد نہ کیئے جاؤ گے۔﴾

یہاں اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بھی مطلع کرتا ہے کہ توبہ کا وقت محدود ہے اور موت کے بعد معافی طلب کرنا ناممکن ہے۔

اللہ تعالیٰ یہ کہتے ہوئے اِس معافی اور رحمت کے وعدے کو وسیع کرتا ہے اُس مومن کے لیئے جو ایمان میں مُحکم ہے اور نیک اعمال کرنے والا ہے: ﴿**اور بیشک میں بڑا بخشنے والا ہوں اس کو جس نے توبہ کی، اور وہ ایمان لایا اور اس نے عمل کیا نیک، پھر ہدایت پر رہا۔**﴾ (سورۃ طٰہٰ، آیت ۸۲)

میں اللہ تعالیٰ، ہر چیز کے خالق، ہادی سے دُعا کرتا ہوں کہ اُن تمام متلاشیانِ حق کو صراطِ مستقیم کی ہدایت دے جن کے ذہن غیر جانبدار تجزیئے کے لیئے کھُلے ہوئے ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا ہوں کہ مخلصانہ ذاتی محاسبہ کرنے والوں کو ہدایت دے اور اُنہیں اپنی رضا وخوشنودی والے کاموں کے مطابق اپنی حالتیں بہتر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

بائبل اور قرآن کا موازنہ

''اور ہم نے آپ ﷺ کی طرف کتاب سچائی کے ساتھ نازل کی اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی اور اس پر نگہبان و محافظ۔'' (قرآن ۵:۴۸) قرآن وہ معیار ہے جس سے سابقہ الہامی کتب کے مضامین کے بارے میں فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔

بائبل	قرآن
((خُدا تعالیٰ سے متعلق))	
''خداوند نے چھ دن کام کیا اور آسمان و زمین کو بنایا ساتویں دن اُس نے اپنے کو آرام دیا اور سُستایا۔'' (خروج ۳۱:۱۷)	**''اور تحقیق ہم نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اور جو ان کے درمیان ہے، چھ دن میں، اور ہمیں کسی تکان نے نہیں چھؤا۔''** (قرآن ۵۰:۳۸)
''آخر میں، ہمارا خُدا ایک سپاہی کی مانند اُٹھ بیٹھا جیسے کوئی جنگجو شراب کے نشہ سے ہوش میں آیا ہو۔'' (زبور ۷۸:۶۵)	**''اللہ ہے، اُس کا سوا کوئی معبود نہیں، زندہ ہے، سب کو تھامنے والا، نہ اُسے اُونگھ آتی ہے، اور نہ نیند۔''** (قرآن ۲:۲۵۵)
پیدائش ۳۲:۳۰ میں درج ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے خُدا تعالیٰ سے لڑائی کی اور اُسے شکست دی۔	**''انہوں نے اللہ کی قدر نہ جانی (جیسے) اس کی قدر کرنے کا حق تھا، بیشک اللہ قوت والا غالب ہے۔''** (قرآن ۲۲:۷۴)
''خُداوند اُس وقت یہودا کے آدمیوں کے ساتھ تھا جب وہ جنگ کررہے تھے۔ اُنہوں نے پہاڑی مُلک کی زمین کو فتح کیا لیکن یہودا کے آدمی وادیوں کی زمین لینے میں ناکام رہے کیونکہ وہاں کے رہنے والوں کے پاس لوہے کے رتھ تھے۔'' (قضاۃ ۱:۱۹)	**''اور اللہ (ایسا) نہیں کہ کوئی شے آسمانوں میں اس کو عاجز کر دے، اور نہ زمین میں (کوئی شے) اسے ہرا سکتی ہے، بیشک وہ علم والا، قدرت والا ہے۔''** (قرآن ۳۵:۴۴)
''میں اپنی زندگی سے نفرت کرتا ہوں میں کُھل کر شکایت کروں گا۔ اِسے اپنے دل کی تلخی سے بولوں گا۔ ۲ میں خُدا سے کہوں گا: ''مجھ پر الزام مت لگا۔ مجھے بتا دے، میں نے کیا	**''بیشک اللہ ظلم نہیں کرتا لوگوں پر کچھ بھی، لیکن لوگ اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔''** (قرآن ۱۰:۴۴) **''میرا رب نہ غلطی کرتا ہے، اور نہ بُھولتا ہے۔''** (قرآن ۲۰:۵۲)

غلطی کی ہے؟ میرے خلاف تیرے پاس کیا ہے؟ ۳ خُدا! کیا تو مجھے پریشان کر کے خوش ہے؟ ایسا لگتا ہے جیسے تجھے اپنے کیئے کی فکر نہیں ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ تُو شریروں کے منصبوں کو جاری رکھنے میں اُن کی مدد کرتا ہے۔'' (ایّوب ۱۰:۱-۳)

''اے خُداوند! کب تک تو مجھے بھلائے رکھے گا؟'' (زبور ۱۳:۱)

''اے خُداوند! میں کب تک روؤں گا اور تو اسے نہیں سنو گے؟'' (حبقوق ۱:۲)

اللہ تعالیٰ پر یہ الزام لگایا گیا: ''۔۔۔اور میرا جو عہد اُن کے ساتھ ہے اُسے توڑ دوں۔۔۔'' (احبار ۲۶:۴۴)

پیدائش ۹:۳ کے مطابق خُدا تعالیٰ اس سے بے خبر تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کہاں ہیں اور یہ کہ انہوں نے درخت سے کھایا ہے: ''خُداوند خُدا نے پُکار کر اُس آدم سے پُوچھا، ''تو کہاں ہے؟'' رب کو اسرائیلیوں کے گھروں کو مصریوں کے گھروں سے جُدا پہچان رکھنے کے لیئے نشان کی ضرورت ہے۔ (خرُوج ۱۲:۱۳) خُدا کو یہ نہیں معلوم کہ زمین میں کیا ہو رہا ہے، اس لیئے اُسے نیچے جانا پڑتا ہے تا کہ معلوم کر سکے، ''تب خُداوند نے کہا، ''سدوم اور عمورہ سے زبردست چیخ و پکار کی آواز آرہی ہے۔ ضرور اُن لوگوں کا گناہ بہت بُرا ہے۔ اس وجہ سے میں وہاں جاؤں گا اور دیکھوں گا کہ جس بات کو میں نے سُنا ہے اگر صحیح ہے تب میں جان جاؤں گا کہ یہ صحیح ہے یا غلط۔'' (پیدائش ۱۸:۲۰-۲۱) کرنتھیوں اوّل ۱:۲۵ میں پولس

''بیشک میرا رب دُعا سننے والا ہے۔'' (قرآن ۱۴:۳۹)

''(یہ) اللہ کا وعدہ ہے، اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا، اور لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔'' (قرآن ۳۰:۶)

اللہ **الخبیر** ہے، اس لیئے جب آدم اور اُن کی بیوی (حوا) نے (ممنوعہ) شجر سے کھایا، اُس نے انہیں ایک ایسے انداز میں مخاطب کیا جو اُس کے علم کی صاف نشاندہی کرتا ہے اُن کے کیئے کا۔

''اور اُن کے رب نے انہیں پُکارا کیا میں نے تمھیں اس درخت سے منع نہیں کیا تھا؟ اور کہا تھا تمھیں کہ بیشک شیطان تمہارا کُھلا دشمن ہے۔'' (قرآن ۷:۲۲)

''اللہ غیب کا جاننے والا ہے۔ اس سے ایک ذرّہ کے برابر بھی پوشیدہ نہیں، آسمانوں میں اور نہ زمین میں، اور نہ چھوٹا اس سے اور نہ بڑا مگر (سب کچھ) روشن کتاب میں ہے۔'' (قرآن ۳۴:۳)

جاننے والا ہے ہر غیب اور ظاہر کا، سب سے بڑا، بلند مرتبہ ہے۔ (اسکے لیئے) برابر ہے تم میں سے جو آہستہ بات کہے اور جو اس کو پکار کر کہے اور جو رات میں چھپ رہا ہے اور جو دن میں چلنے (پھرنے) والا ہے۔'' (قرآن ۱۳:۹-۱۰)

''اور اُس کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں، ان کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا، وہ جانتا ہے جو خشکی اور تری میں ہے، اور نہیں گرتا کوئی پتّا مگر وہ اس کو جانتا ہے اور کوئی دانہ نہیں زمین کے اندھیروں میں اور نہ کوئی تر، نہ کوئی خشک، مگر سب روشن کتاب

کہتا ہے: ''کیونکہ خُدا کی بیوقوفی آدمیوں کی حکمت سے زیادہ حکمت والی ہے اور خُدا کی کمزوری آدمیوں کی کمزوری سے زیادہ زورآور ہے۔''

بائبل خُدا تعالیٰ کی نازیبا الفاظ میں تصویر کھینچتی ہے، وہ حد درجہ نادار ہے اور اُسے ایک اُسترے کو کرایہ پر لینا پڑا ہے۔ یسعیاہ ۷:۲۰ میں درج ہے: ''یہوداہ کو سزا دینے کے لیئے خُداوند اسور کا استعمال کرے گا۔ اسور کو کرایہ پر لے گا اور اسے استرے کے طور پر استعمال کرے گا یہ ایسا ہو گا جیسے خداوند یہوداہ کے سر اور پاؤں کے بال مونڈ رہا ہو۔ یہ ایسا ہو گا جیسے خُداوند یہودا کی داڑھی مونڈھ رہا ہو۔''

زبور ۱۸:۸ کے مطابق خُدا ایک ناک اور ایک منہ رکھتا ہے جس میں سے دھواں باہر کو آتا ہے: ''خُدا کے نتھنوں سے دھواں اُٹھا۔ اُس کے منہ سے آگ کے شعلے نکلے اُس سے آگ کی چنگاڑیاں نکلیں۔'' خُدا چلّاتا ہے اور آنسو بہاتا ہے: ''میں اکیلا روؤں گا ۔۔۔ میری آنکھیں پھوٹ پھوٹ کر روئیں گی اور آنسو بہائیں گی۔'' (یرمیاہ ۱۳:۱۷) میکاہ ۱:۸ میں درج ہے کہ خُدا پریشان ہوتا ہے، افسوس کرتا ہے اور برہنہ ہو کر چلتا ہے: ''میں اس جلد آنے والی بربادی کے سبب پریشان ہوؤں گا اور افسوس کروں گا۔ میں جوتے نہ پہنوں گا اور نہ ملبس ہوں گا۔ گیدڑوں کے جیسے زور سے چلاؤں گا اور شتر مرغوں کی مانند غم کروں گا۔''

اور وہ (خُدا) مکھی اور شہد کی مکھی کو (سیٹی بجا کر) بُلاتا ہے:

(لوحِ محفوظ) میں ہے۔'' (قرآن ۶:۵۹)

''۔۔۔ اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔'' (قرآن ۵:۹۷)

''اے لوگو! تم اللہ کے مُحتاج ہو، اور اللہ وہ بے نیاز سزاوارِ حمد و ثنا ہے۔'' (قرآن ۳۵:۱۵)

''البتہ اللہ نے اُن (یہود) کی بات سُن لی جن لوگوں نے کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں۔ جو اُنھوں نے کہا، اور ان کا نبیوں کو ناحق قتل کرتا، اب ہم لکھ رکھیں گے۔۔۔'' (قرآن ۳:۱۸۱)

''پاک ہے تمہارا رب عزت والا رب، اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔'' (قرآن ۳۷:۱۸۰)

''اس کی مثل کوئی شے نہیں اور وہ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔'' (قرآن ۴۲:۱۱)

''اور اللہ کی شان بُلند ہے، اور وہ غالب حکمت والا ہے۔'' (قرآن ۱۶:۶۰)

''وہ اللہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں (وہ حقیقی) بادشاہ ہے، (ہر عیب سے) نہایت پاک ہے۔ سلامتی، امن دینے والا، نگہبان، غالب، زبردست، بڑائی والا، اللہ پاک ہے، اس سے جو وہ شریک کرتے ہیں۔ وہ اللہ ہے خالق، ایجاد کرنے والا، صورتیں بنانے والا، اسی کے ہیں (سب) اچھے نام، اس کی پاکیزگی بیان کرتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے، اور وہ غالب، حکمت والا ہے۔'' (قرآن ۵۹:۲۳-۲۴)

''اس دن خُداوند مکھیوں کو سکار کر بلائے گا۔۔۔اور خداوند شہد کی مکھیوں کو بُلائے گا۔''(یسعیاہ ۷:۱۸)

اور وہ اپنے ہاتھوں سے تالی بجاتا ہے:''تب میں بھی تالی بجاؤں گا۔''(حزقی ایل ۲۱:۱۷)

((حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق))

عیسیٰ علیہ السلام پر الزام عائد کیا گیا ہے کہ وہ اپنی والدہ سے غلط برتاؤ کیا کرتے تھے:''یسُوع نے اُس سے کہا اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام ہے۔''(یوحنا ۲:۴)

عیسیٰ علیہ السلام پر یہ الزام بھی عائد کیا گیا ہے کہ وہ سرکش و ظالم تھے:''یہ نہ سمجھو کہ میں زمین پر صُلح کرانے آیا ہوں۔ صُلح کرانے نہیں بلکہ تلوار چلوانے آیا ہوں۔''(متّی ۱۰:۳۴)

یوحنا ۲:۹ کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پہلا معجزہ قانائے گلیل میں ایک شادی کی تقریب میں پانی کو مے (شراب) میں بدلنا ہے۔

قرآن بے بُنیاد الزامات کے خلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دفاع کرتا ہے، یہ ذکر کرتے ہوئے کہ وہ سرکش تھے نہ ہی ظالم۔

''اور اپنی ماں سے اچھا سلوک کرنے کا، اور اس نے مجھے نہیں بنایا سرکش، بدنصیب۔'' (قرآن ۱۹:۳۲)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پہلا معجزہ یہ تھا کہ وہ اپنی پیدائش کے فوراً بعد بولے، اپنی والدہ کے دفاع میں، اُن بے بنیاد الزامات کی تردید میں جو کہ لوگوں نے اُن (مریم علیہا السلام) پر لگائے تھے۔ (قرآن ۱۹:۳۰-۳۳)

((حضرت مریم علیہا السلام سے متعلق))

''تُم اپنے باپ کے سے کام کرتے ہو۔ اُنہوں نے اُس سے کہا۔ ہم حرام سے پیدا نہیں ہوئے۔''(یوحنا ۸:۴۱)

''اور یعقُوب سے یوسُف پیدا ہوا۔ یہ اُس مریم کا شوہر تھا جس سے یسُوع پیدا ہوا جو مسیح کہلاتا ہے۔''(متّی ۱:۱۶)

جب یسُوع خود تعلیم دینے لگا قریباً تیس برس کا تھا اور (جیسا کہ سمجھا جاتا تھا) یُوسُف کا بیٹا تھا اور وہ عیلی (ہالی) کا۔'' (لوقا ۳:۲۳)

قرآن حضرت مریم علیہا السلام کا دفاع کرتا ہے۔ یہ حضرت مریم علیہا السلام پر لگائے گئے الزامات کو بہتانِ عظیم ذکر کرتا ہے:

''(اور اُن کو سزا ملی) اُن کے کفر، اور مریم علیہا السلام پر بڑا بہتان باندھنے کے سبب۔'' (قرآن ۴:۱۵۶)

قرآن اُنہیں (مریم علیہا السلام کو) دنیا کی تمام عورتوں پر فضیلت بخشتا ہے: **''اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم! بیشک اللہ نے تُجھ کو چُن لیا، اور تجھ کو پاک کیا، اور تجھ کو برگزیدہ کیا عورتوں پر تمام جہانوں کی۔''** (قرآن ۳:۴۲)

((حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں سے متعلق))

مرقس۱۴: ۵۰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کے بارے میں کہتا ہے: ''سب شاگرد اُسے چھوڑ کر بھاگ گئے۔'' اور بائبل یہ الزام عائد کرتی ہے کہ مسیح نے اپنے حواریوں سے کہا: ''اے کم اعتقادو! ڈرتے کیوں ہو۔'' (متّی ۸: ۲۶)

''اُس نے پھر کر پطرس سے کہا اے شیطان میرے سامنے سے دُور ہو۔ تُو میرے لیئے ٹھوکر کا باعث ہے کیونکہ تُو خُدا کی باتوں کا نہیں بلکہ آدمیوں کی باتوں کا خیال رکھتا ہے۔'' (متّی ۱۶: ۲۳)

یہودا اسکریوتی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خزانچی ہونے کے باوجود چاندی کے تیس ٹکڑوں کے عوض اُن سے دغا کی: ''کہا کہ اگر میں اُسے تمہارے حوالے کردوں تو مجھے کیا دو گے؟ اُنہوں نے اُسے تیس روپے تول کر دے دیئے۔'' (متّی ۲۶: ۱۴)

قرآن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کا دفاع کرتا ہے اور تصدیق کرتا ہے کہ وہ غدّار اور کمزور ایمان والے نہیں تھے:

''پھر جب عیسیٰ علیہ السلام نے معلوم کیا ان سے کفر (تو) کہا کون ہے اللہ کی طرف سے میری مدد کرنے والا؟ حواریوں نے کہا ہم اللہ کے مدد کرنے والے ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے، اور گواہ رہ کہ ہم فرماں بردار ہیں۔ اے ہمارے رب! ہم اس پر ایمان لائے جو تو نے نازل کیا اور ہم نے رسول کی پیروی کی، سو تو ہمیں گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ دے۔'' (قرآن ۳: ۵۲-۵۳)

''اے ایمان والو! تم ہو جاؤ اللہ کے مددگار، جیسے مریم علیہا السلام کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے کہا ''کون ہے اللہ کی طرف میرا مددگار؟'' تو کہا حواریوں نے ''ہم اللہ کے مددگار ہیں۔'' (قرآن ۶۱: ۱۴)

((خُدا تعالیٰ کے انبیاء سے متعلق))

''ایک مرتبہ اُس (نوح) نے مئے پی لی۔ اور اُس کو نشہ ہوا جس کی وجہ سے وہ اپنے خیمہ میں برہنہ ہو کر سو گیا۔'' (پیدائش ۹: ۲۱)

(نعوذ باللہ) ابراہام (ابراہیم علیہ السلام) نے اپنی عزت کو قربان کر دیا۔ (پیدائش ۱۲: ۱۰-۱۵ اور پیدائش ۲۰: ۲)

(نعوذ باللہ) لوط نے شراب پی، اپنی دو بیٹیوں کے ساتھ جنسی تعلق قائم کیا اور انہیں حاملہ کیا۔ (پیدائش ۱۹: ۳۰-۳۶)

''بیشک اللہ نے چُن لیا آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کو، اور ابراہیم علیہ السلام و عمران علیہ السلام کے گھرانے کو، سارے جہان پر۔'' (قرآن ۳: ۳۳)

''اور اسمٰعیل علیہ السلام اور الیسع علیہ السلام اور یونس علیہ السلام اور لوط علیہ السلام اور سب کو ہم نے تمام جہان والوں پر فضیلت دی۔'' (قرآن ۶: ۸۶)

''اور آپ ﷺ ہمارے بندے ابراہیم علیہ السلام کو یاد کریں اور

یعقوب علیہ السلام نے اپنے والد سے جھوٹ بولا اور خیر و برکت اور نبوت کو اپنے بھائی سے چُرا لیا۔ (پیدائش: ۲۷)

نبی اور یعقوب کے بیٹے روبن نے اپنے باپ کی بیوی سے زنا کیا جو کہ اُس کے دو بھائیوں کی ماں تھی۔ (پیدائش ۲۲:۳۵ اور پیدائش ۴۹:۳)

یعقوب علیہ السلام کے چوتھے بیٹے [1] یہودا نے اپنی بہو سے حرامکاری کی جس سے ''فارص'' اور ''زارح'' پیدا ہوئے۔ (پیدائش ۱۸:۳۸)

بائبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شجرہ نسب اسی فارص سے جا جوڑتی ہے۔ (متّی ۱:۱-۱۸)

اِس کے برخلاف فقرہ استثناء ۲:۲۳ کہتا ہے: ''وہ آدمی جس کے ماں باپ قانونی طور پر شادی نہ کئے ہوں اُس آدمی کے خاندان سے کوئی آدمی یہاں تک کہ دس پشت کے بعد بھی خداوند کے لوگوں کی جماعت میں شامل نہیں ہوسکتا ہے۔''

عہد نامہ قدیم میں رب نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو دغا بازی کا الزام دیا: ''اسرائیل کے لوگوں نے اُسے وہاں دیکھا تھا تُم نے میری عزّت نہیں کی اور تُم نے یہ لوگوں کو نہیں دکھایا کہ میں پاک ہوں۔'' استثناء ۵۱:۳۲)

اسحٰق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کو جو ہاتھوں والے اور آنکھوں والے (علم و عمل کی قوتوں والے) تھے۔ ہم نے انہیں ایک خاص صفت سے خالص کیا (اور وہ) یاد ہے آخرت کے گھر کی۔ اور بیشک وہ ہمارے نزدیک سب سے اچھے چُنے ہوئے لوگوں میں سے تھے۔'' (قرآن ۳۸:۴۵-۴۷)

''**یہ ہیں نبیوں میں سے وہ جن پر اللہ نے انعام کیا اولادِ آدم میں سے، اور ان میں سے جنہیں ہم نے نوح علیہ السلام کے ساتھ (کشتی میں) سوار کیا، اور ابراہیم علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے، اور ان میں سے جنہیں ہم نے ہدایت دی، اور چُنا، جب ان پر رحمٰن کی آیتیں پڑھی جاتیں وہ (زمین پر) گر پڑتے سجدہ کرتے اور روتے ہوئے۔**'' (قرآن ۱۹:۵۸)

''**سلام ہو موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام پر۔ بیشک ہم اسی طرح نیکوکاروں کو جزا دیتے ہیں۔ بیشک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔**'' (قرآن ۳۷:۱۲۰-۱۲۲)

''**اے ایمان والو! اُن لوگوں کی طرح نہ ہونا جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو (الزام لگا کر) ستایا تو انہیں بری کر دیا اللہ نے اس سے جو انہوں نے کہا (الزام لگایا) اور وہ اللہ کے نزدیک باآبرو تھے۔**'' (قرآن ۳۳:۶۹)

(۱) بائبل کے اِس یا دیگر ایسے فقروں کی حقیقت سے قطع نظر، یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ نبی کا کوئی بھی قریبی رشتہ دار نبی سے تعلق کی بناء پر آخرت میں نجات حاصل کرسکتا ہے اور نہ ہی یہ تعلق دُنیا میں اُس کے اچھے اخلاق، اچھے عادات واطوار، اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے نبی کی اطاعت کا ضامن ہوسکتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے والد 'آزر' آپ علیہ السلام کے والد ہونے کے باوجود نجات حاصل نہ کر سکے، مشہور ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو تسلیم نہ کرنے کے سبب نوح علیہ السلام کا بیٹا نجات حاصل نہ کرسکا۔ نبی کریم حضرت محمد ﷺ کے چچا 'ابولہب' سے زندگی میں ہی جہنم کا وعدہ ہوا۔ (مترجم)

موسیٰ علیہ السلام نے جان بوجھ کر اور منصوبے کے تحت (ایک) مصری کو قتل کیا۔(خرُوج ۲:۱۲)

ہارون علیہ السلام نے سونے کا بچھڑا بنایا اور موسیٰ علیہ السلام کی غیر موجودگی میں اسرائیلیوں کو اس کی عبادت کرنے کا حُکم دیا۔ (خرُوج ۳۲:۱-۶)

داؤد نے اپنے پڑوسی اور فوجی افسر سے دھوکہ کیا، اُس کی بیوی کے ساتھ جنسی تعلق قائم کیا اور اُسے مر جانے کے لیئے جنگ میں بھیج دیا۔(دوم سموئیل ۱۱:۴-۱۵)

سلیمان علیہ السلام کے پاس ہزار عورتیں تھیں جنہوں نے اُس کا دل خُدا سے پھیر دیا تھا، اس لیئے سلیمان علیہ السلام نے اُن (عورتوں) کے خُداؤں (بتوں) کے مندر تعمیر کیئے۔ (اوّل سلاطین ۱۱:۱-۹)

داؤد کے بیٹے امنون نے اپنی بہن تمر کی عصمت دری کی۔ (دوم سموئیل ۱۳:۱۱-۱۴)

داؤد علیہ السلام کے بیٹے ابی سلوم نے کھلم کھلا تمام اسرائیلیوں کے سامنے اپنے باپ کی بیویوں سے جنسی تعلقات کیئے۔ (دومسموئیل ۱۶:۱۲)

ایوّب بے صبرا تھا اور اُس نے خُدا کی منشاء کو قبول کرنے سے انکار کیا۔(ایوب ۱۰)

زکریاہ علیہ السلام نے یوحنّا کی پیدائش سے متعلق خُدا کے معجزے کا یقین نہ کیا جس کی بناء پر نو (۹) ماہ کے لیئے اُنہیں گونگے پن کی سزا ملی: ''اور دیکھ جس دن تک یہ باتیں واقع نہ ہولیں تُو

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جان بوجھ کر مصری کا قتل نہیں کیا۔ (دیکھئے سورۃ القصص کی آیت نمبر ۱۵)

قرآن بے بنیاد الزامات کی تردید کرتے ہوئے حضرت ہارون علیہ السلام کا دفاع کرتا ہے اور اس کی توثیق کرتا ہے کہ ہارون علیہ السلام نے نہیں بلکہ سامری نے سونے کے بچھڑے کی عبادت متعارف کرائی۔(دیکھئے قرآن ۲۰:۸۵-۹۸)

''۔۔۔اور یاد کریں ہمارے بندے داؤد علیہ السلام قوت والے کو، بیشک وہ خوب رجوع کرنے والا تھا۔'' (قرآن ۳۸:۱۷)

''اور تحقیق ہم نے دیا داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کو بڑا علم، اور انہوں نے کہا تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، وہ جس نے ہمیں فضیلت دی اکثر اپنے مومن بندوں پر۔'' (قرآن ۲۷:۱۵)

قرآن حضرت ایوّب علیہ السلام کے غیر منصفانہ تذکرے کا رد کرتا ہے، اور انہیں ایسے ذکر کرتا ہے: **''بیشک ہم نے اُسے صابر پایا (اور) اچھا بندہ، بیشک اللہ کی طرف رجوع کرنے والا تھا۔''** (قرآن ۳۸:۴۴)

قرآن سورۃ مریم (سورت نمبر ۱۹) کی آیت نمبر ۱۰ میں زکریا علیہ السلام کا دفاع کرتا ہے یہ ذکر کرتے ہوئے کہ اُن کا تین (۳) دن تک خاموش رہنا اُس معجزے کے رونما ہونے کی علامت تھا اور بطورِ سزا نہ تھا: **''اُس نے کہا اے میرے رب! میرے لئے کوئی نشانی (مقرر) کر دے، فرمایا تیری نشانی (یہ ہے) کہ تو لوگوں سے بات نہ کرے گا تین رات (دن)**

چُپ کا رہے گا اور بول نہ سکے گا۔ اس لیئے کہ تُو نے میری باتوں کا جو اپنے وقت پر پُوری ہوں گی یقین نہ کیا۔'' (لوقا ۱:۲۰)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یہ الزام عائد کیا گیا ہے کہ انہوں نے اپنے سے پہلے کے تمام انبیاء کو چور قرار دیا: ''جتنے مُجھ سے پہلے آئے سب چور اور ڈاکو ہیں۔'' (یوحنّا ۱۰:۸)

خُدا تعالیٰ پر یہ الزام عائد کیا گیا کہ اُس نے اپنے انبیاء کے ساتھ گناہ اور جھوٹ منسوب کیئے۔ (یرمیاہ ۲۳: ۱۱-۱۶):

۱۱۔ ''نبی اور کاہن تک بھی ناپاک ہیں۔ میں نے اُنہیں اپنی ہیکل میں گناہ کرتے دیکھا ہے۔'' یہ پیغام خداوند کا ہے۔

۱۲۔ ''اُنہیں ایسی راہ میں چلنے کے لئے مجبور کیا جائے گا مانو کہ وہ اندھیرے میں پھسلن والی جگہ پر چل رہے ہوں۔ وہ نبی اور کاہن اُن پھسلن والی سڑک پر گریں گے۔ ان لوگوں پر آفت آئے گی۔ اس وقت میں ان نبیوں اور کاہنوں کو سزا دوں گا۔'' یہ خداوند کا پیغام ہے۔

۱۳۔ ''میں نے سامریہ کے نبیوں کو کچھ بُرا کرتے دیکھا۔ میں نے ان نبیوں کو جھوٹے بعل خُدا کے نام سے نبوت کرتے دیکھا۔ ان نبیوں نے اسرائیل کے لوگوں کو خداوند سے گمراہ کیا۔

۱۴۔ میں نے یروشلم کے نبیوں میں بھی ایک ہولناک بات دیکھی۔ وہ زنا کار، جھوٹوں کے پیروکار اور بدکاروں کے حامی ہیں۔ یہاں تک کہ کوئی اپنی شرارت سے باز نہیں آتا۔ وہ سب میرے نزدیک سدوم کی مانند اور اس کے باشندے عمورہ ٹھیک (ہونے کے باوجود)۔''

قرآن خُدا تعالیٰ کے تمام انبیاء کی تعظیم کرتا ہے اور اُن سے کوئی فحش کام یا بُرائی منسوب نہیں کرتا۔ درحقیقت، تمام انبیاء پر ایمان رکھنا اور اُن کی تعظیم کرنا اسلام میں ایک بنیادی ضرورت ہے۔ اللہ کہتا ہے: **''کہہ دو ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور جو نازل کیا گیا ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام اور اسحٰق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام اور اولادِ یعقوب علیہ السلام کی طرف، اور جو دیا گیا موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو اور جو دیا گیا نبیوں کو، ان کے رب کی طرف سے، ہم ان میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے، اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔''** (قرآن ۲:۱۳۶)

اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کی تعریف کرتا ہے: **''تحقیق ہم نے اپنے رسولوں کو بھیجا واضح دلائل کے ساتھ اور ہم نے ان کے ساتھ اتاری کتاب اور میزانِ عدل تا کہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔''** (قرآن ۵۷:۲۵)

اللہ تعالیٰ یہ بھی کہتا ہے: **''اور ہم نے انہیں پیشوا بنایا، وہ ہمارے حکم سے ہدایت دیتے تھے اور ہم نے اُن کی طرف وحی بھیجی نیک کام کرنے کی، اور نماز قائم کرنے، اور زکوٰۃ ادا کرنے کی، اور وہ ہماری ہی عبادت کرنے والے تھے۔''** (قرآن ۲۱:۷۳)

اللہ تعالیٰ محمد ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ اپنے سے پہلے انبیاء کو بطورِ نمونہ سامنے رکھیں۔ قرآن ۶:۹۰ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

کی مانند ہیں۔''

۱۵۔ اس لئے خداوند قادرِ مطلق نبیوں کے بارے میں یہ کہتا ہے: ''میں اُن نبیوں کو سزا دوں گا۔ میں ان کو زہریلا کھانا کھلاؤں گا اور انہیں زہریلا پانی پلاؤں گا۔ کیونکہ یروشلم کے نبیوں ہی سے ساری زمین میں بے دینی پھیلی ہے۔''

۱۶۔ خداوند قادرِ مطلق یوں فرماتا ہے: ''وہ نبی تم سے جو کہیں اس کی ان سنی کرو۔ وہ تمہیں احمق بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ اپنے دلوں کے الہام بیان کرتے ہیں نہ کہ خدا کے منہ کی باتیں۔''

''یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی، سو ان کی راہ پر چلو۔'' (قرآن ۶:۹۰)

اس طرح، قرآن نے انبیاءِ خُدا کے ناموں (پر لگے بے بنیاد الزامات) کو صاف کر کے انسانیت کو بچایا۔ اگر انسانیت اُن تذکرہ ءِ انبیاء کو نمونے کے طور پر سامنے رکھے (جو کہ بائبل میں مذکور ہیں) تو انسانیت کا سخت بے رحم مُقام ہی تصور کیا جا سکتا ہے۔

((مساوات سے متعلق))

''اسرائیل کا خُدا قادرِ مطلق یوں فرماتا ہے۔۔۔''

(یرمیاہ ۱۶:۹)

''سوائے اسرائیل کے تمام زمین پر کوئی خدا نہیں۔''

(دوم سلاطین ۵:۱۵)

رب اقوام کو یہودیوں کو سجدہ کرنے اور ان کے پاؤں کی خاک چاٹنے کی ہدایت کرتا ہے: ''۔۔۔وہ تیرے سامنے منہ کے بل زمین پر گریں گے اور تیرے پاؤں کی خاک چاٹیں گے۔ اور تب تو جانے گی کہ میں ہی خداوند ہوں اور وہ جو مجھ پر بھروسہ کریں گے وہ مایوس نہیں ہوں گے۔'' (یسعیاہ ۴۹:۲۳)

ایک تہائی انسانی نسل کی لعنت اور غلامی سے مُذمّت کی گئی جب حام کے بیٹے کنعان کو سم اور یافت کا غلام بنایا گیا۔

(پیدائش ۹:۱۸-۲۷)

''تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔''

(قرآن ۱:۲)

''۔۔۔اور کوئی اُمّت نہیں گزری جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گزرا ہو۔'' (قرآن ۳۵:۲۴)

''اور تحقیق ہم نے ہر اُمّت میں بھیجا کوئی نہ کوئی رسول کہ اللہ کی عبادت کرو اور سرکش سے بچو۔۔۔'' (قرآن ۱۶:۳۶)

اِن آیات کے مطابق، اللہ تعالیٰ نے صرف اسرائیلیوں کی طرف ہی پیغمبر نہیں بھیجے بلکہ تمام لوگوں کی طرف انبیاء و رُسل بھیجے۔ (پہلے انبیاء مخصوص لوگوں اور مخصوص جگہ کے لیئے بھیجے جاتے تھے مگر نبی کریم حضرت محمد ﷺ کی رسالت پوری دنیا کے لیئے ہے، مترجم)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک نسل پرست کے طور پر پیش کیا گیا ہے جبکہ ایک کنعانی عورت نے اپنی بیٹی جسے ''ایک بدروح ستاتی تھی'' کے علاج کے لیئے آپ کی مدد چاہی۔ آپ نے اُس سے کہا: ''لڑکوں کی روٹی لے کر کتّوں کو ڈال دینا اچھا نہیں۔'' (متّی ۱۵:۲۲-۲۶)

بائبل مردوں اور عورتوں کے درمیان فرق پیدا کرتی ہے۔ ''اور آدم نے فریب نہیں کھایا بلکہ عورت فریب کھا کر گُناہ میں پڑ گئی۔'' (اوّل تیمتھیس ۲:۱۴) بائبل کے مطابق لڑکی کی پیدائش کے سبب ہونے والی نجس دُگنی ہے بنسبت لڑکے کی پیدائش سے۔ احبار ۱۲:۱-۵ میں ہے: ''اگر کوئی عورت حاملہ رہتی ہے اور ایک لڑکے کو جنم دیتی ہے تو عورت سات دن تک نجس رہے گی۔۔۔ پھر اُس کے بعد وہ ۳۳ دن تک حالتِ طہارت میں رہے۔۔۔ لیکن عورت اگر لڑکی کو جنم دیتی ہے تو وہ حیض کے ایّام کے طرح دو ہفتہ تک ناپاک رہتی ہے۔ اُس کے بعد وہ ۶۶ دن تک حالتِ طہارت میں رہے۔''

بائبل یہ بھی کہتی ہے کہ جیسے عیسیٰ علیہ السلام کا سر (سربراہ کے معنوں میں) خُدا ہے اسی طرح عورت کا سر مرد ہے۔ مرد کی طرح وہ (عورت) اللہ کا جلال نہیں ہے، اور یہ کہ اُسے (صرف اور صرف) مرد کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ (اوّل کرنتھیوں ۱۱:۳-۹)

''اے لوگو! بیشک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، اور تمہیں بنایا ذاتیں اور قبیلے تا کہ تم ایک دوسرے کی شناخت کرو، بیشک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے بڑا اعزّت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے، اللہ بیشک جاننے والا، خبردار ہے۔'' (قرآن ۴۹:۱۳)

قرآن کے مطابق، حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی زوجہ (حوا) نے نافرمانی کی، توبہ کی اور اپنے اعمال کی ذمہ داری کو تقسیم کیا۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے: **''پھر شیطان نے ان دونوں کو پھسلایا اس سے۔ پھر انہیں نکلوا دیا اس جگہ سے جہاں وہ آئے تھے۔''** (قرآن ۲:۳۶)

''اُن دونوں نے کہا اے ہمارے رب! ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا، اور اگر تو نے ہمیں نہ بخشا، اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم ضرور خسارہ پانے والوں سے ہو جائیں گے۔'' (قرآن ۷:۲۳)

''۔۔۔ اور آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو وہ بہک گیا۔ پھر اس کے رب نے اسے رحمت سے چُن لیا پھر اس پر (رحمت سے) توجّہ فرمائی (توبہ قبول کی) اور اُسے راہ دکھائی۔'' (قرآن ۲۰:۱۲۱-۱۲۲)

''اور عورتوں کے لئے (حق) ہے جیسے عورتوں پر (مردوں کا) حق ہے دستور کے مطابق۔'' (قرآن ۲:۲۲۸)

اسلام میں عورتوں کے حقوق کو مزید جاننے کے لئے پڑھیئے قرآن پاک کی سورۃ ''النساء'' (سورت نمبر ۴) اور سورۃ ''الطّلاق'' (سورت نمبر ۶۵)۔

((سائنسی حقائق سے متعلق))

بائبل کا جدید سائنسی حقائق سے تضاد ہے۔ یہ دعویٰ کرتی ہے کہ دنیا ۳۷۰۰ بی۔ سی۔ (بیفور کرائسٹ، یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے) سے شروع ہوئی یعنی کائنات کی پیدائش سے لے کر اکیسویں صدی تک صرف چھ ہزار (۶۰۰۰) سال کا عرصہ گزرا ہے اور یہ کہ زمین کی تخلیق اور انسان کی تخلیق میں صرف کچھ دنوں کا فرق ہے۔ جبکہ علمِ ارضیات (Geology) کے مطابق زمین تقریباً چارسو پچپن کروڑ سال پُرانی ہے اور زمین کی تخلیق اور انسان کی تخلیق میں ایک بہت ہی طویل عرصہ گزرا ہے۔

بائبل یہ بھی کہتی ہے کہ خُدا نے روشنی، دن اور رات کی تخلیق سیّاروں، سورج اور چاند کی تخلیق سے پہلے کی۔ (پیدائش ۱:۳) مُکاشفہ ۷:۱ میں درج ہے: ''میں نے زمین کے چار کونوں پر چار فرشتے کھڑے دیکھے۔ وہ زمین کی چاروں ہواؤں کو تھامے ہوئے تھے۔'' ان فقروں کا مطلب یہ ہے کہ زمین چوکور (مربع) ہے۔ جبکہ فقرہ متّی ۴:۸ یہ ظاہر کرتا ہے کہ زمین ہموار (چپٹی) ہے: ''پھر ابلیس اُسے ایک بہت اُونچے پہاڑ پر لے گیا اور دُنیا کی سب سلطنتیں اور اُن کی شان و شوکت اُسے دکھائی۔''

بائبل یہ دعویٰ بھی کرتی ہے کہ اسرائیلی حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ مصر گئے اور وہ صرف ۷۰ (ستر) مرد اور عورتیں تھے۔ جبکہ، اُن کے بعد، دو نسلوں کے بعد، صرف آدمی شمار میں

قرآن جدید سائنس سے اختلاف و تضاد نہیں رکھتا۔ درحقیقت، اس میں سائنسی حقائق مذکور ہیں جو کہ دورِ جدید میں ہی باریک بین آلات کو استعمال کرتے ہوئے دریافت کیے گئے ہیں۔

مثال کے طور پر مندرجہ ذیل آیات دیکھئے:

سورت نمبر	آیت/آیات	سورت نمبر	آیت/آیات
۲	۷۴، ۱۷۳، ۲۲۲	۴	۵۶
۶	۹۹، ۱۲۵	۱۰	۹۲
۱۲	۴۷	۱۳	۴۱
۱۵	۱۴ تا ۲۲	۱۶	۶۶
۱۷	۱۲	۲۱	۳۰ تا ۳۲
۲۲	۵	۲۳	۱۲ تا ۱۴
۲۴	۴۰، ۴۳	۲۷	۸۸
۳۰	۱ تا ۴	۳۶	۳۷ تا ۴۰
۳۹	۵ تا ۶	۴۱	۱۱
۵۱	۴۷	۵۲	۶
۵۵	۱۹، ۲۰، ۳۷	۵۷	۲۵
۷۸	۶ تا ۷	۷۶	۱ تا ۳
۹۶	۱۶	وغیرہ	

قرآن واضح الفاظ میں گیند نما دُنیا کا ذکر دن اور رات کے لپٹنے سے کرتا ہے:

۶۰۳۵۵۰ (چھ لاکھ تین ہزار پانچ سو پچاس) تھے۔اس لئے اگر یہ آدمیوں کی تعداد تھی، اس بات کو مدِنظر رکھتے ہوئے کہ فرعون لڑکوں کو قتل کر دیتا تھا، یعنی عورتوں اور بچّوں سمیت وہ گنتی میں کُل ۳۰۰۰۰۰۰ (تین ملین یعنی تیس لاکھ) تھے۔(صرف) دو (۲) نسلوں میں ۷۰ لوگ ۳۰۰۰۰۰۰ (تین ملین) کیسے بن گئے؟ (استثناء۱۰:۲۲)(خرُوج ۱۲:۳۷) (گنتی ۱:۴۶)

مکابیں دوم[1] ۱۵:۳۹ میں ہم پڑھتے ہیں کہ اکیلے پانی پینا نقصان دہ ہے۔اس میں لکھا ہے: ''کیونکہ شراب یا پانی اکیلے پینا نقصان دہ ہے۔''

ایک اور خلافِ سائنس بات احبار۱۱:۶ میں پائی جاتی ہے جہاں اس کی وجہ بتلائی گئی ہے کہ خرگوش ناپاک ہے: ''جو جانور جُگالی کرتے ہیں لیکن اُن کے کھر پھٹے نہ ہوں تو ایسے جانوروں کا گوشت مت کھاؤ۔ جیسے ۔۔۔۔۔اور خرگوش تمہارے لیئے ناپاک ہیں۔''

''وہ رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے۔'' (قرآن ۳۹:۵)

اللہ تعالیٰ کہتا ہے: ''ہم جلد اپنی آیات انہیں اطرافِ عالم میں اور (خود) اُن کی ذات میں دکھادیں گے یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہ (قرآن) حق ہے۔'' (قرآن ۴۱:۵۳)

اللہ تعالیٰ کہتا ہے: ''اور جنہیں علم دیا گیا وہ دیکھتے (جانتے) ہیں کہ جو تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے اور (اللہ) غالب، سزاوارِتعریف کے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔'' (قرآن ۳۴:۶)

دیکھئے ''بائبل، قرآن اور سائنس'' مصنف موریس بکائیل۔ عصرِ حاضر کے بہت سے دیگر سکالرز جیسے کیتھ مورے، ڈاکٹر جی۔سی۔گورینگر، ڈاکٹر مارشل جانسن، ڈاکٹر تگاتات تیجی سن، ڈاکٹر الفریڈ کرونر، ڈاکٹر ولیم لی ہے، ڈاکٹر یوشی ہائیڈے کوزائی اور ڈاکٹر جے۔ایل۔سمپسن نے بھی قرآن میں مذکور معجزانہ آیات (نشانیوں) کا ذکر کیا ہے۔

---

(۱) عہد نامہ قدیم کی یہ کتاب ''مکابیں'' رومن کیتھولک عیسائیوں کی زائد کتب میں سے ایک ہے جو پروٹسٹنٹ کے نزدیک غیر معتبر ہیں۔ پاکستان بائبل سوسائٹی، انارکلی، لاہور، پاکستان اشاعت ۲۰۱۰ء کے ترجمہ بائبل میں یہ کتب نہیں ہیں اور ترجمہ بمطابق ورلڈ بائبل ٹرانسلیشن سینٹر اشاعت ۲۰۰۶ء میں بھی اِن کُتب کا وجود نہیں۔(مترجم)

((وحی شدہ کُتب کی حفاظت))

''تم کیسے کہہ سکتے ہو، 'ہمیں خداوند کی تعلیمات ملی ہیں، اس لئے ہم دانشمند ہیں!' لیکن یہ سچ نہیں! کیونکہ منشی کے باطل قلم نے اِن پتّوں کو پیدا کیا ہے۔'' (یرمیاہ ۸:۸)

''پر خداوند کی طرف سے بارِ نبوت کا ذکر تم کبھی نہ کرنا۔ کیونکہ ہر ایک شخص اپنے پیغام کو خدا کی طرف سے آیا ہوا پیغام سمجھے گا۔ اس طرح سے تم نے زندہ خُدا، ہم لوگوں کا خُدا، خداوند قادرِ مطلق کے پیغام کو ردّ و بدل کر دیا ہے۔'' (یرمیاہ ۳۶:۲۳)

''اور یہ بے فائِدہ میری پرستش کرتے ہیں کیونکہ انسانی احکام کی تعلیم دیتے ہیں۔'' (متّی ۹:۱۵)

''یہ کتاب ہے اس میں کوئی شک نہیں، پرہیز گاروں کے لئے ہدایت ہے۔'' (قرآن ۲:۲)

''۔۔۔ بیشک یہ گرامی قدر ہے۔ اس کے پاس نہیں آتا باطل اس کے سامنے سے اور نہ اس کے پیچھے سے (قرآن) نازل کیا گیا حکمت والے، سزاوارِ حمد (اللہ کی طرف) سے۔'' (قرآن ۴۱:۴۱-۴۲)

''بیشک ہم ہی نے قرآن نازل کیا اور بیشک ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔'' (قرآن ۱۵:۹)

''اور یہ قرآن (ایسا) نہیں کہ کوئی اللہ کے (حکم کے) بغیر (اپنی طرف سے) بنا لے، لیکن اس کی تصدیق کرنے والا ہے جو اس سے پہلے (نازل ہوا) اور کتاب کی تفصیل ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تمام جہانوں کے رب (کی طرف) سے ہے۔'' (قرآن ۱۰:۳۷)

''پھر کیا وہ قرآن پر غور نہیں کرتے؟ اور اگر اللہ کے سوا کسی اور کے پاس سے ہوتا تو اس میں ضرور بہت سے اختلاف پاتے۔'' (قرآن ۴:۸۲)

((معافی اور شفاعت))

انسان گناہوں کی معافی دے سکتے ہیں۔ فقرہ یوحنا ۲۰:۲۲-۲۳ کہتا ہے: ''اور یہ کہہ کر اُن پر پھونکا اور اُن سے کہا رُوحُ القدس لو۔ جن کے گناہ تم بخشواُن کے بخشے گئے ہیں۔ جن کے گناہ تُم قائم رکھّو اُن کے قائم رکھے گئے ہیں۔''

اللہ واحد ذات ہے جو گناہوں کو بخشتا ہے: ''اور وہ لوگ جو کوئی بے حیائی کریں یا اپنے تئیں کوئی ظلم کر بیٹھیں، تو وہ اللہ کو یاد کریں پھر اپنے گناہوں کے لئے بخشش مانگیں، اور کون گناہ بخشتا ہے اللہ کے سوا؟ اور جو اُنہوں نے کیا اُس پر نہ اڑیں،

اور وہ جانتے ہیں۔'' (قرآن ۳:۱۳۵)

اور بغیر سفارشیوں کے دُعائیں صرف اسی (اللہ) سے ہی کی جاتی ہیں: ''اور (اے محمد ﷺ) جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق پوچھیں تو میں قریب ہوں، میں قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی دُعا جب وہ مجھ سے مانگے۔۔۔''
(قرآن ۲:۱۸۶)

((مال و دولت سے متعلق))

امیر شخص خُدا کی بادشاہی میں داخل نہیں ہوسکتا۔ ''اور پھر تُم سے کہتا ہوں کہ اُونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے نِکل جانا اِس سے آسان ہے کہ دولتمند خُدا کی بادشاہی میں داخل ہو۔'' (متّی ۱۹:۲۴)

''اور جو تجھے اللہ نے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر طلب کر (آخرت کی فکر کر) اور اپنا حصّہ نہ بُھول دنیا سے (آخرت کی زادِ راہ)، اور نیکی کر جیسے تیرے ساتھ اللہ نے نیکی کی ہے۔''
(قرآن ۲۸:۷۷)

((دہشتگردی))

''اب جاؤ عمالیقیوں کے خلاف لڑو۔ تُم کو مکمل طور سے عمالیقیوں اور اُن کی ہر چیز کو تباہ کرنا چاہیئے۔ کسی چیز کو نہ رہنے دو تُمھیں تمام مردوں، عورتوں اور اُن کے بچّوں اور چھوٹے بچّوں کو مار ڈالنا چاہیئے۔ تُم کو اُن کی گائیں، بکریاں اور اُونٹوں اور گدھوں کو بھی مار دینا چاہیئے۔'' (اوّل سموئیل ۱۵:۳)

''ان کے بال بچّوں کو اُن کی آنکھوں کے سامنے مار ڈالا جائے گا۔'' (یسعیاہ ۱۳:۱۶)

''۔۔۔تلواروں سے مار دیئے جائیں گے، ان کی اولاد کے چیتھڑے اڑا دیئے جائیں گے اور حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کئے جائیں گے۔'' (ہوسیع ۱۳:۱۶)

''اِس وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جس نے کسی ایک جان کو کسی جان کے (بدلے کے) بغیر یا ملک میں فساد کرنے کے بغیر قتل کیا تو گویا اس نے قتل کیا تمام لوگوں کو، اس جس نے (کسی ایک کو) زندہ رکھا (بچایا) تو گویا اس نے تمام لوگوں کو زندہ رکھا (بچالیا)۔'' (قرآن ۵:۳۲)

قرآن مقتولہ لڑکی کے معاملے کو اہمیت دیتے ہوئے اِسے قیامت کے ہولناک مناظر میں بیان کرتا ہے۔ (''اور جب زندہ گاڑی ہوئی (زندہ درگور) لڑکی سے پوچھا جائے وہ کس گناہ میں ماری گئی؟'') (قرآن ۸۱:۱-۹)

((علم وحکمت))

’’لیکن نیکی اور بدی کی جانکاری دینے والے درخت کے پھل کوتو ہرگز نہ کھانا۔اور وہ یہ بھی حکم دیا کہ اگر کسی وجہ سے تُو اُس درخت کا پھل کھائے گا تو تُو مرجائے گا۔‘‘ (پیدائش ۲:۱۷)

’’کیونکہ زیادہ حکمت کے ساتھ غم بھی بہت آتا ہے۔وہ شخص جو زیادہ حکمت حاصل کرتا ہے وہ زیادہ غم بھی حاصل کرتا ہے۔‘‘ (واعِظ ۱:۱۸)

’’جیسا احمق پر حادثہ ہوتا ہے ویسے ہی مجھ پر بھی ہوگا پھر میں کیوں زیادہ دانشور ہوا؟ سو میں نے اپنے آپ سے کہا، ’’دانشمند بننا بھی بیکار ہے۔‘‘ (واعِظ ۲:۱۵)

’’۔۔۔اور کہئے اے میرے رب! مجھے اور زیادہ علم دے۔‘‘ (قرآن ۲۰:۱۱۴)

’’۔۔۔تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اللہ (انکے درجے) بلند کردے گا، اور جن لوگوں کو علم عطا کیا گیا ان کے درجے ہیں۔۔۔‘‘ (قرآن ۵۸:۱۱)

’’وہ جسے چاہتا ہے حکمت (دانائی) عطا کرتا ہے، اور جسے حکمت دی گئی تحقیق اسے دی گئی بہت بھلائی، اور عقل والوں کے سوا کوئی نصیحت قبول نہیں کرتا۔‘‘ (قرآن ۲:۲۶۹)

((کامِل دین))

’’کیونکہ ہمارا علم ناقص ہے اور ہماری نُبُوّت ناتمام۔لیکن جب کامل آئے گا تو ناقص جاتا رہے گا۔‘‘ (اوّل کرنتھیوں ۱۳:۹-۱۰)

’’۔۔۔آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کردیا، اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی، اور میں نے تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔‘‘ (قرآن ۵:۳)

یا اللہ! اس کتاب کو مصنف، مترجم، ناشر اور ہر انسان کے لیئے مفید ثابت فرما کے مصنف، مترجم اور ناشر کے لیئے ذخیرۂ آخرت و سببِ نجات بنا۔ آمین

”میں نے اپنے ماں باپ سے بھی بڑھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پیار کرنا سیکھا تھا۔“

☆

﴿یہ ہیں عیسیٰ (علیہ السلام) ابنِ مریم، سچی بات جس میں وہ (لوگ) شک کرتے ہیں۔﴾ (قرآن ۱۹:۳۴)

☆

قرآن میں خُدا تعالیٰ کے اِس نبی کا ذکر ”عیسیٰ ابنِ مریم“ کے نام سے (۲۵) مرتبہ آیا ہے جبکہ نبی حضرت محمد ﷺ کا نام کے ساتھ ذکر صرف (۵) مرتبہ آیا ہے۔ مزید یہ کہ، بائبل میں کوئی ایک باب بھی حضرت مریم علیہا السلام کے نام پر نہیں ہے جبکہ قرآنِ مجید میں ایک مُکمل سورت اُن کے نام پر ہے۔ درحقیقت، قرآن کی کوئی بھی سورت نبی کریم حضرت محمد ﷺ کی والدہ، بیٹیوں یا اُن کی بیویوں (میں سے کسی) کے نام پر نہیں ہے۔ قُرآن مریم علیہا السلام کو تمام عورتوں پر فضیلت بخشتا ہے:

﴿اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم! بیشک اللہ نے تجھ کو چُن لیا ہے، اور تجھ کو پاک کیا ہے، اور تجھ کو برگزیدہ کیا عورتوں پر تمام جہانوں کی۔﴾ (قرآن ۳:۴۲)

☆

یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ مریم علیہا السلام واحد عورت ہیں جن کا نام قرآن میں درج ہے۔

☆

قرآن یہ بھی بتاتا ہے کہ مُسلمانوں سے محبت میں قریب تر عیسائی ہیں:

﴿۔۔۔تم مسلمانوں کے لیئے دوستی میں سب سے قریب پاؤ گے (ان لوگوں کو) جن لوگوں نے کہا ہم نصاریٰ ہیں، یہ اس لیئے کہ ان میں عالم اور درویش ہیں، اور یہ کہ وہ تکبّر نہیں کرتے۔﴾ (قرآن ۵:۸۲)